9/28

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۵ر نومبر ۱۹۶۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ⊙ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

اَحَادِیثُ الرَّسُول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَمُوْتُ لَہٗ ثَلَاثَۃٌ لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ بِفَضْلِ رَحْمَتِہٖ اِیَّاھُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ترجمہ! حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ اس کے تین بچے ایسے مر جائیں، جو بلوغ کو نہ پہنچے ہوں مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ اس کو جنت میں داخل فرماتا ہے اپنی رحمت کے فضل سے ۔ ان بچوں کی وجہ سے

(امام بخاری و امام مسلم)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا یَمُوْتُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ثَلَاثَۃٌ مِّنَ الْوَلَدِ لَا تَمَسُّہُ النَّارُ اِلَّا تَحِلَّۃَ الْقَسَمِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ! حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں میں سے جس کسی کے تین بچے مر جائیں تو اس شخص کو آگ مس نہیں کرے گی مگر قسم کو پورا کرنے کے لئے۔ اس حدیث کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ۔

"وَتَحِلَّۃُ الْقَسَمِ"، قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی: "وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا"، وَالْوُرُوْدُ ھُوَ الْعُبُوْرُ عَلَی الصِّرَاطِ وَھُوَ جِسْرٌ مَّنْصُوْبٌ عَلٰی ظَھْرِ جَھَنَّمَ، عَافَانَا اللّٰہُ مِنْھَا ہ

اور قسم کو پورا کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر یہ کہ اس (دوزخ) کے اوپر سے گزرنے والا ہے اور "ورود" پلصراط سے گزرنے کو کہتے ہیں اور صراط ایک پُل ہے جو جہنم کے اوپر بچھا ہوا ہے ۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو دوزخ سے محفوظ رکھے ۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: جَآءَتِ امْرَاَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ذَھَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیْثِکَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَّفْسِکَ یَوْمًا نَّاْتِیْکَ فِیْہِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰہُ، قَالَ: اجْتَمِعْنَ یَوْمَ کَذَا وَکَذَا، فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاھُنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَھُنَّ مِمَّا عَلَّمَہُ اللّٰہُ ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْکُنَّ مِنِ امْرَاَۃٍ تُقَدِّمُ ثَلَاثَۃً مِّنَ الْوَلَدِ اِلَّا کَانُوْا لَھَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ" فَقَالَتِ امْرَاَۃٌ: وَاثْنَیْنِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "وَاثْنَیْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ترجمہ! حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مرد تو آپ کی احادیث بیان کرنے لگے ۔ لہٰذا ہمارے لئے بھی ایک دن مقرر کر لیجئے جس کے اندر ہم آکر آپ سے وہ چیز حاصل کریں جو اللہ نے آپؐ کو سکھلائی ہے آپؐ نے فرمایا فلاں فلاں روز جمع ہوا کریں، چنانچہ وہ سب عورتیں جمع ہوئیں تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور جو کچھ اللہ نے آپ کو سکھلایا تھا وہ ان کو بتلایا پھر فرمایا کہ تم میں سے کوئی عورت بھی ایسی نہیں، کہ جس کے تین بچے پہلے فوت ہو چکے ہوں، مگر یہ کہ وہ بچے اس عورت کے لئے دوزخ سے مانع ہوں گے۔ پھر ایک عورت نے دریافت کیا۔ اور اگر دو مر جائیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دو بھی (بخاری ومسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِہٖ - یَعْنِیْ لَمَّا وَصَلُوا الْحِجْرَ دِیَارَ ثَمُوْدَ - لَا تَدْخُلُوْا عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ الْمُعَذَّبِیْنَ اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ، فَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ. فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَیْھِمْ لَا یُصِیْبُکُمْ مَا اَصَابَھُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ، وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ: لَمَّا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْحِجْرِ قَالَ: لَا تَدْخُلُوْا مَسَاکِنَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مَا اَصَابَھُمْ اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ" ثُمَّ قَنَّعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاْسَہٗ وَاَسْرَعَ السَّیْرَ حَتّٰی اَجَازَ الْوَادِیَ

ترجمہ:- حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے جب کہ مقام حجر ثمود کے مکانات پر پہنچے، ارشاد فرمایا کہ ان معذب (عذاب کئے گئے) لوگوں پر داخل مت ہو مگر یہ کہ تم رونے والے ہو، اور اگر تم رونے والے نہیں ہو، تو مت جاؤ، کیونکہ اس صورت میں جو عذاب ان کو پہنچا ہے، وہی تم کو بھی پہنچے گا (اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجر پر سے گزرے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم ان لوگوں کے مکانات میں جنہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہی مت داخل ہو اس لئے کہ اندیشہ ہے کہ جو عذاب ان پر آیا کہیں تم پر بھی نہ آجائے، مگر یہ کہ تم وہاں روتے ہوئے داخل ہو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کو ڈھانپ لیا اور سواری کو تیز چلایا یہاں تک کہ آپ اس معذب وادی سے گزر گئے

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر

فون نمبر ۶۷۵۴۵

سالانہ چندہ
۱۱ روپے

ششماہی چندہ
۶ روپے

جلد ۹ | ۱۵ نومبر ۱۹۶۳ء ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۸۳ھ | شمارہ ۲۷

وقت کا تقاضا

طلباء ہمارے ملک کی متاعِ عزیز اور قوم کے چشم و چراغ ہیں، ملک و قوم کی بہت سی توقعات ان سے وابستہ ہیں، آئندہ چل کر یہی ملک کے رہنما بنیں گے، انہی کی علمی قابلیتوں اور عملی صلاحیتوں کی بدولت ملک ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوگا اور یہی ہیں جو سماج کو اونچا اٹھا کر ملک کی عزت میں اضافہ کریں گے بنابریں ہمارے دل میں ان کا بے حد احترام ہے اور ہم انہیں انتہائی محبت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں چنانچہ اسی لئے ہماری یہ دلی خواہش ہے کہ طلباء پھلے پھولیں ترقی کی راہوں پر گامزن ہوں اور دورانِ تعلیم ایک ایسا طرزِ عمل اختیار کریں جو اُن کے شایان شان ہو اور دوسروں کے لئے شمع ہدایت بن سکے اور جس کے باعث وہ ہر قسم کے ابتلاء سے محفوظ رہ کر تعلیمی مقاصد کی تکمیل کر سکیں۔ لیکن بُرا ہو ان سیاستدانوں کا جنہوں نے ماضی میں طلباء کو سیاست کے ڈگر پر لا کھڑا کیا، عملی سیاسیات میں انہیں حصہ دار بنایا، گھر گھر اور قریہ قریہ ان سے دونوں کی بھیک منگوائی، بزرگوں کی پگڑیاں اچھلوائیں اور قوم کے ان نونہالوں کو حصولِ تعلیم کے مقصدِ وحید کی بجائے ایجیٹیشنوں کی چاٹ ڈال دی۔ اور اب حال یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے دونوں حصوں میں آئے دن طلباء اپنے جائز و ناجائز مطالبات منوانے کی خاطر میدان میں آجاتے ہیں۔ اور اس طرح ایجیٹیشن کا لاوا بہہ نکلتا ہے پھر سب سے بڑی بدبختی یہ ہے کہ اب تک دونوں ملکوں میں یہ پتہ نہیں چل سکا کہ لاقانونیت اور انتشار کا سرا کہاں ہے اور اس کے حقیقی اسباب و علل کیا ہیں۔ جہاں تک حکومتوں کا تعلق ہے ہم نے یہی مشاہدہ کیا ہے کہ وہ طلباء کی ہڑبونگ کی ذمہ داری اکثر مخالف پارٹیوں پر ڈال دیتے ہیں اور مخالف پارٹیوں کے لیڈر اپنی برأت کا اظہار کر کے اربابِ اقتدار کو الزام دیتے ہیں کہ اس کی تمامتر ذمہ داری ان کی بے راہروی اور غلط قوانین کے نفاذ پر عائد ہوتی ہے۔

ہماری رائے میں حکام اور عوام، اربابِ اقتدار اور مخالف پارٹیوں کے لیڈر اگر سب مل کر طلباء کے مسائل کی طرف توجہ دیں اور اپنے اس قیمتی سرمائے کو حوادث کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کی پوری کوشش عمل میں لائیں تو بہتر نتائج برآمد ہونے کی کوئی صورت نکل سکتی ہے۔ لیکن اگر حکومت اور اس کے مخالف ایک دوسرے کو الزام دے کر اپنے فرائض سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں اور اصلاحِ حال کی بجائے ایک نیا محاذ کھول کر خود بھی انتشار میں مبتلا ہونا چاہتے ہیں تو پھر ملک و قوم کا خدا ہی حافظ ہے

موجودہ نازک صورت حالات میں جب کہ ملک کئی اندرونی اور بیرونی مشکلات سے دوچار ہے، ہمارے حریف اور حلیف سب اسے نقصان پہنچانے کے درپے ہیں اور جب بھارت سے ہمارے تعلقات انتہائی کشیدہ صورت اختیار کر چکے ہیں۔ ہمیں ہر قسم کی ہنگامہ آرائی سے بچنے اور ملک میں اتحاد و اتفاق کی راہیں استوار کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ چنانچہ اس ضرورت اور وقت کے تقاضے کے پیشِ نظر ہر ذی فہم محبِ وطن پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ ملک میں ہر قسم کی گڑبڑ اور طلباء کی حالیہ ایجیٹیشن کے دوران لاقانونیت اور ہڑبونگ بازی کی مذمت کرے۔ مگر ہمارے خیال میں طلباء کے مطالبات سے بھی یکسر قطع نظر کرنا قرینِ انصاف نہیں ہاں یہ کہنا البتہ ٹھیک ہے کہ طلباء نے اپنے مطالبات منوانے کے لئے جو راہ اختیار کی ہے وہ غلط اور عاقبت نااندیشی پر مبنی ہے۔ انہیں اپنے مطالبات منوانے کے لئے قانونی اور پرامن ذرائع سے کام لینا چاہئے تھا۔ قانون کو ہاتھ میں لینا کسی طرح بھی مستحسن نہیں اور نہ ہی لاقانونیت کی حوصلہ افزائی کی جا سکتی ہے۔ رہا یہ کہنا کہ سب کے سب طلباء کسی پارٹی کے آلۂ کار ہیں کسی پارٹی کو بلاوجہ اہمیت دینا اور اس کی قوت کو غیر شعوری طور پر بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کے مترادف ہے۔ ہم کبھی بھی یہ باور نہیں کر سکتے کہ طلباء کسی پارٹی کے آلۂ کار ہیں کیونکہ ہم انہیں اس قدر گیا گزرا نہیں سمجھتے کہ وہ کسی پارٹی کے .... آلۂ کار بن کر اپنے اعتماد کی توہین کریں اور کسی کے فریب میں آ کر اپنے اختیار تمیزی کا دیوالہ نکالدیں اور اس طرح اپنے وقار کو صدمہ پہنچائیں — البتہ یہ ممکن ہے کہ کسی پارٹی نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے بعض طلباء کو استعمال کرنے کی کوشش کی ہو لیکن اس صورت میں بھی محض الزام لگا دینا کافی نہیں اسے ثابت کرنا انتہائی ضروری ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر طلباء کے پیچھے کسی سیاسی پارٹی کا ہاتھ نہیں ہے تو وہ اس تیزی سے اور اس تنظیم کے ساتھ لاقانونیت کا ارتکاب کیوں کرتے ہیں ہماری دانست میں اس کا باعث طلباء کی آپس میں باہمی ہمدردی اور اپنے کاز cause سے جو بھی وہ تجویز کر لیں اندھا دھند لگاؤ ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب ایک یونیورسٹی کے طلباء کوئی تحریک شروع کرتے ہیں تو دوسری یونیورسٹیوں کے طلباء بھی بغیر تحقیق کئے ان کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ وہ صرف یہ سوچتے ہیں کہ طلباء نے سٹرائیک کی ہے لہٰذا انہیں بھی آنکھیں بند کر کے سٹرائیک میں حصہ لینا چاہیئے غلط یا صحیح کا کوئی امتیاز ان کے نزدیک

مجلسِ ذکر ۷ نومبر سنہ ۱۹۶۳ء ۱۹ جمادی الثانی سنہ ۱۳۸۳ھ

مسلمان ایک دیوار کی مانند ہیں؟

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی
مرتبہ :- خالد سلیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ــــ اما بعد ـ

بزرگانِ محترم و معزز حاضرین!

اللہ تعالےٰ کا احسان وفضل ہے کہ اپنی یاد کی توفیق عنایت فرمائی ـ ہمارے ہاں مجلس ذکر اور صبح کا درس قرآن باقاعدہ ہوتا رہا اور ہوتا ہے ـ حضرتؒ جہاں بھی تشریف لے جاتے ـ درس قرآن کا ناغہ نہیں فرماتے تھے ـ جیل میں ، سفر و حضر میں غرض ہر جگہ درس قرآن دیتے ـ اور مجلس ذکر بھی برابر جاری رہتی ـ

الحمدللہ اب تو کئی دوسرے شہروں میں بھی مجلس ذکر شروع ہوگئی ہے ـ اللہ تعالےٰ سدا ان مجالس ذکر کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے خلوص اور استقامت کے ساتھ ذکر اللہ کی توفیق عطا فرمائے ہمیں اور ہماری اولادوں کو دین کے لئے اپنا تن من دھن قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے ـ (آمین)

حضرتؒ کی طرح میں بھی ہر مجلس ذکر کے بعد اصلاح حال کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں ، تاکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کا پیغام سن کر عمل کریں ـ

امام احمدؒ وسلم نے نعمان بن بشیر سے روایت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کی مثال باہمی مودت و مرحمت اور محبت و ہمدردی میں ایسی ہے ـ جیسے ایک جسم واحد کی ـ اگر اس کے ایک عضو میں کوئی شکایت پیدا ہوتی ہے ـ تو سارا جسم اس تکلیف میں شریک ہو جاتا ہے ـ اور اس کے ہم معنی صحیحین کی وہ حدیث ہے ـ جس کو ابو موسیٰ اشعریؓ نے روایت کیا ـ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسا ہے ـ جیسے کسی دیوار کی اینٹیں کہ ایک اینٹ دوسری کو سہارا دیتی ہے ـ

مرکزیت اور وحدت اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہے ـ سب عبادات اجتماعیت کی طرف دعوت دیتی ہیں ــ

مسلمانوں کا ایک اللہ ، ایک رسول پر ایمان ہے ـ افسوس کا مقام ہے ـ کہ مسلمان سب سے زیادہ منظم جماعت تھی ـ لیکن آج تفرقہ بازی میں بٹ گئی ہے ـ ایک شہر میں رہنے والے ایک ہی مذہب کے ماننے والے اپنی ذاتی اغراض کی خاطر ایک دوسرے کی گردن مارتے ہیں ـ

حضرت علی رضؓ کا واقعہ مشہور ہے ـ کہ ایک جنگ میں دشمن کو پچھاڑ کر اس کا خاتمہ کرنے لگے تھے ـ کہ اس نے ان کے منہ پر تھوک دیا ـ جس پر حضرت علیؓ نے اسے چھوڑ دیا ـ اس کافر نے کہا کہ آپ کے چھوڑنے کی وجہ کیا ہے تو حضرت علی رضؓ نے فرمایا ـ کہ اب تک جو کچھ کر رہا تھا وہ اللہ کی خاطر تھا ـ تمہارے تھوکنے سے مجھے غصہ آگیا ـ میرے غصے کی ذاتی ملاوٹ مل گئی اور اخلاص جاتا رہا ـ اس لئے میں نے تجھے چھوڑ دیا ـ یہ سن کر وہ کافر فوراً مسلمان ہوگیا ـ

وجہ یہ ہے کہ صحابہؓ کرام میں تقویٰ.. طہارت زیادہ تھی ان کو مال و دولت سے محبت نہ تھی ـ ہر کام اللہ کی رضا کے لئے کرتے تھے ـ لیکن آج ہمارا مطمع نظر ہی بدل گیا ہے ـ مال و دولت میں زیادتی اور عزت و جاہ مقصود ، محبوب اور مطلب ہے فرائض کی ادائیگی کا بالکل خیال نہیں ـ اس لئے ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں ـ حرام و حلال طریقے سے دولت کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں ـ

اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے فرائض کی طرف توجہ دیں ـ اپنے اختلافات کو محبت والفت کے ساتھ مٹانے کی کوشش کریں موجودہ حالات میں جبکہ پاکستان چاروں طرف سے دشمنوں میں پھنسا ہوا ہے ـ ایک طرف مسئلہ کشمیر ہے ـ دوسری طرف روس کھڑا ہے ـ مسلمانوں میں اتفاق و محبت کی اشد ضرورت ہے ـ ہمارا فرض ہے ـ کہ ہم تقویٰ وطہارت کے لئے اللہ تعالےٰ کی کثرت سے عبادت کریں ـ

خود برائی سے رکیں اور دوسروں کو بھی برائی سے بچنے کی تلقین کریں ـ کیونکہ برائی کو مٹانا اور نیکی کو پھیلانا ہر مسلمان کا فرض ہے ـ

وہ قرآن جس نے لوگوں کے دلوں میں محبت والفت پیدا کی ـ جس کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے جہنم کے گڑھے سے نکال دیا ، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو اخلاق و پاکیزگی تقویٰ وطہارت کا اعلےٰ نمونہ ہیں ـ

آج مسلمان اس قرآن کی تعلیمات اور جناب رسول کریمؐ کی پاکیزہ زندگی کو ترک کئے ہوئے ہیں ـ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چھوٹوں سے پیار ، بڑوں کا ادب نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے ـ

آج حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ان کے اخلاق وعادات سب بدستور اسی طرح موجود ہیں لیکن ہم اس کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے ـ اگر ہم ایماندار ہوتے .... اگر ہم کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت ہوتی ـ تو ہم کبھی برائی اور بے حیائی کے کام کے قریب نہ پھٹکتے

محترم حضرات!

اب ہمارے ذمہ فرض ہے ـ کہ ہم اپنی ذاتی اصلاح کی طرف توجہ دیں اپنے اخلاق کو بہتر بنائیں ـ اپنے گناہوں کی طرف دیکھیں اور ان کو دور کرنے کی کوشش کریں ـ جو فرائض ہم پر عائد ہوتے ہیں ان کو صحیح طریقے سے ادا کریں ـ اللہ تعالےٰ کا کثرت سے ذکر کریں ـ اللہ والوں کی صحبت اختیار کریں ـ جو کہ بہت ہی زیادہ ضروری ہے ـ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنے گھروں کی بھی اصلاح کریں ـ شریعت نے ہر ایک مسلمان کو راعی بنایا ہے ـ اپنی اولاد کو دین کی طرف لگائیں ـ دوستوں ساتھیوں کو نیکی کی ترغیب دلائیں ـ اور برائی کا خاتمہ کریں

۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے ـ آمین یا رب العالمین

خطبہ جمعہ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۸۳ھ ۸ نومبر ۱۹۶۳ء

دل کے چین کا قرآنی نسخہ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی ـــ اما بعد
اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○
(سورۃ الرعد رکوع ۴ پ ۱۳)

خبردار! اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں ـــ (شیخ التفسیرؒ)
سنتا ہے اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں دل ـــ (شاہ عبدالقادرؒ)

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

یعنی دولت، حکومت، منصب، جاگیر یا فرمائشی نشانات کا دیکھ لینا کوئی چیز انسان کو حقیقی سکون و اطمینان سے ہم آغوش نہیں کرسکتی۔ صرف یادِ الٰہی سے جو تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے، وہی ہے جو دلوں کے اضطراب و وحشت کو دور کر سکتا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ حکومت، عہدہ، جاگیر اور دنیا کی کوئی نعمت و دولت بھی انسان کو سکون و اطمینان عطا نہیں کرسکتی۔ دل کو چین صرف یادِ الٰہی اور تعلق مع اللہ سے حاصل ہوسکتا ہے۔

بزرگانِ محترم!

انسان جب دنیا میں آتا ہے تو مصیبتوں کے نرغہ میں پھنس جاتا ہے، مشکلات و مصائب اس کا احاطہ کر لیتے ہیں، تفکرات سے اُسے نجات نہیں ملتی اور غم و آلام کے بادل ہر وقت کسی نہ کسی صورت میں اُس کے سر پر منڈلاتے ہی رہتے ہیں اسی لئے کسی نے کہا ہے ؎

دریں دنیا کسے بے غم نہ باشد
اگر باشد بنی آدم نہ باشد

اس دنیا میں کوئی بے غم نہیں اور اگر ہے تو وہ بنی آدم نہیں یعنی مقصد یہ ہے کہ انسان پر غموں کا ہجوم ہونا لازمی امر ہے۔ پھر جب غم ہونگے تو دل کو بے چینی اور بے کلی بھی ضرور ہوگی چنانچہ انسان کے لئے فطرۃً ضروری ہے کہ غموں سے پیچھا چھڑانے کے لئے کسی شغل میں جی لگائے اور پریشانی کے وقت سہارا تلاش کرے لیکن یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ انسان پر ایک ایسی حالت بھی آتی ہے کہ اُسے کوئی کام اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اس کی بے چینی اور گھبراہٹ اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اُسے دنیا کی کوئی چیز بھلی نہیں دکھائی دیتی، نہ یار دوستوں کی مجلس میں اُسے سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے اور نہ گانے بجانے، کھیل تفریح اور دوسرے آرام و آسائش دنیوی سے اس کی طبیعت راحت و چین محسوس کرتی ہے۔ چنانچہ اس حالت میں حقیقی راحت و مسرت اور چین سے ہمکنار کرنے والا بہترین شغل ذکر اللہ اور سب سے بڑا سہارا اللہ جل شانہٗ ہے۔ اسی لئے دل کا اطمینان فقط اُسی آدمی کو نصیب ہوسکتا ہے جو ذکرِ الٰہی کو اپنا شغل ٹھہرائے اللہ عزوجل کو ہر وقت یاد رکھے، قرآن عزیز کی آیتوں میں غور کرے اور فکرِ آخرت کو شعار بنائے۔ حکیم مطلق، خالقِ کائنات اللہ جل شانہٗ کا فیصلہ ہے کہ ایسے شخص کے آگے کسی حال میں بھی پریشانی کھڑی نہیں رہ سکتی۔

لیکن

افسوس صد افسوس کہ انسان دنیا کے غموں میں اس قدر کھو جاتا ہے کہ اسے خداوند قدوس کا بتایا ہوا چین کا نسخہ بھی یاد نہیں رہتا اور وہ اپنے مقصدِ تخلیق تک کو بھول جاتا ہے۔ اُسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کس کام کے لئے دنیا میں آیا تھا، کس طرح اُسے اپنی زندگی گزارنی ہے۔ وہ کس پروگرام پر عمل کرنے سے راحت و اطمینان کی دولت حاصل کرسکتا ہے اور کس طرح اُسے دنیا کے تمام غموں سے چھٹکارا نصیب ہوسکتا ہے۔

سب غموں سے نجات پانیکا نسخہ

حکیم کائنات، فخرِ موجودات، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیینؐ، محبوب رب العالمین جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَّاحِدًا هَمَّ آخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ ... هَمَّ دُنْيَاهُ۔

ترجمہ! جس شخص نے سب غموں کے بجائے ایک غم آخرت کا لگالیا۔ اللہ اُس کے دنیا کے غم سے کافی ہوگا (یعنی اس کی تمام ضرورتیں اپنے فضل سے پوری فرمائے گا اور یہ اُن سے بے فکر ہو جائے گا)

چنانچہ ظاہر ہے کہ جو شخص فقط آخرت کے غم میں مبتلا رہے گا اسے یہی فکر لگی رہے گی۔ کہ خدا کرے میں آخرت میں کامیاب ہو جاؤں۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ مثال دیا کرتے تھے کہ اس دنیا میں جب ایک سال کی محنت ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو سمجھدار طالب علم خوب محنت کرتے ہیں۔ بعض طالب علم اپنی کتابیں لے کر باغات میں یا دریا کے کنارے چلے جاتے ہیں تاکہ علیحدہ بیٹھ کر دل لگا کر پڑھ سکیں اور کوئی شخص ان کی مشغولیت میں مخل نہ ہوسکے۔ ان پر راتوں کی نیند اور دن کا آرام حرام ہو جاتا ہے۔ ہمہ وقت تعلیم میں مشغول اور کتابوں میں غرق نظر آتے ہیں اور بعض حساس و غیور طبع نوجوان تو برداشت ہی نہیں کر سکتے کہ وہ فیل ہوں چنانچہ اکثر سنا جاتا ہے کہ فلاں طالب علم نے ناکام ہونے پر خودکشی کرلی۔ فلاں طالب علم نے فیل ہونے کی خبر سن کر دریا میں چھلانگ لگا دی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ نتیجہ ایک سالہ دنیوی امتحان میں ناکام ہونے کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اب جنہیں پچاس یا ساٹھ سالہ عمری امتحان میں فیل ہونے کا غم دامنگیر ہو جائے وہ کیوں کر

فکرِ آخرت کو چھوڑ کر دنیا کے غموں میں محو اور سازوسامان دنیوی کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ یہ غم جن خوش نصیب لوگوں کو لگ جاتا ہے باقی سب غم ان کے سامنے ہیچ ہو جاتے ہیں.......... اور جس طرح تعلیم کے دوران میں ایک طالب علم امتحان میں کامیابی کو مقصدِ اول بناتا ہے۔ اور باقی حوائج انسانی کو یا تو نظرانداز کرتا ہے یا انہیں ثانوی حیثیت دیتا ہے...

اسی طرح فکر آخرت کرنے والا انسان بھی..... آخرت کی کامیابی کو ہی مقصد اول قرار دے گا، اور اس کے لئے تمام دنیوی حوائج سے یا تو بے نیاز ہو جائیگا یا انہیں ثانوی حیثیت دے گا حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہاں سال کے بعد ہونے والے امتحانات میں تو کمپارٹمنٹ ہوتا ہے مگر امتحانِ عمری میں کوئی کمپارٹمنٹ نہیں۔ وہاں یا جنت ہے یا جہنم۔ اصحاب الاعراف کے متعلق بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ بہرحال اس کی کئی توجیہات کی گئی ہیں۔ جن سے ہمیں اس وقت بحث مقصود نہیں۔ اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے:۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ وَمَآ اَدْرٰكَ مَاهِیَهْ نَارٌ حَامِیَةٌ

ترجمہ:۔ اور جن کے اعمال (نیک) تول میں کم ہوں گے تو ان کا ٹھکانا ہاویہ (جہنم) ہو گا اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ کیا چیز ہے۔ وہ دہکتی ہوئی آگ ہے۔

اس ارشادِ ربانی سے صاف واضح ہے کہ جن کی نیکیاں کم ہوں گی وہ جہنم میں بھیج دیئے جائیں گے۔ چنانچہ جس طالبِ آخرت کو یہ علم ہو جائے کہ نیکیاں کم ہونے کی صورت میں اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور اس کی آخرت برباد ہو جائے گی تو وہ انتہائی کوشش کرے گا..... کہ اس کی نیکیاں کم نہ ہونے پائیں۔ اس طرح وہ آخرت کے لئے ہمہ تن وقف ہو جائے گا۔

اور یہ فقرہ مشہور ہے

مَنْ کَانَ لِلّٰهِ کَانَ اللّٰهُ لَهٗ

جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نجات کا یہی نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ جو فکرِ آخرت میں لگ جاتا ہے اور اللہ کا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالٰے جل شانہٗ اس کے دنیا کے سارے غم اپنے پلے ڈال لیتا ہے اور وہ دل کے سکھ... اور چین کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

لیکن یاد رکھیئے!

گفتن وکردن فرقے دارد۔ محض اس حدیث کے پڑھ لینے سے سارے غم دور نہیں ہو جائیں گے۔ اس کو حال بنانے سے غم دور ہوں گے۔ اگر کیمیا گر کسی کو کیمیا کا نسخہ بتا بھی دے تو ہر شخص کیمیا نہیں بنا سکتا۔ کیمیا بنانا صرف اسی وقت آئے گا کہ جب کوئی شخص مدت مدید تک کیمیا گر کی صحبت میں رہ کر کیمیا گری کا فن سیکھے۔ اسی طرح جب تک کوئی شخص صاحبِ حال کی صحبت میں رہ کر فکر آخرت اور یاد الٰہی کو حال نہ بنا لے دنیا کے غموں سے نجات نہیں ہو سکتی۔

محترم حضرات!

یہ بات کسی مردِ مومن سے پوشیدہ نہیں کہ ہدایت کا نسخہ قرآن مجید فرقان حمید ہے۔ اس کے متعلق ارشاد ربانی ہے:۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ

جو چیز تمہارے رب کی طرف سے تم پر اُتری ہے اس کا اتباع کرو۔ لیکن پھر بھی فرماتے ہیں:۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ط

البتہ تمہارے لئے رسول اللہ صلعم میں اچھا نمونہ ہے

اور یہ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ قال اس وقت تک حال نہیں بنتا جب تک کسی صاحب حال سے وابستگی اختیار نہ کی جائے۔ قرآن عزیز ہدایت کا نسخہ ہے مگر اس سے فائدہ اسی وقت ہو گا جب رسول اللہ کے دامن سے وابستہ ہو جائے، قرآن عزیز قال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حال ہیں۔ اور حال صرف صاحب حال ہی سے آتا ہے۔ اسی طرح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حال صرف اسی وقت بن سکتی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگے ہوئے کسی صاحب حال کی صحبت میں رہ کر مدت مدید تک اصلاح کرائی جائے۔

بڑا سداون تے بڑا دُکھ پاون

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا پنجابی ضرب المثل کو اکثر اوقات دوہرایا کرتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑا بننے کے لئے بڑے سازوسامان جمع کرنے پڑتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ اطمینان قلب کے قرآنی نسخہ (ذکر اللہ) سے بے خبر ہیں۔ وہ دنیا کے بے شمار دکھوں اور غموں میں گھرے ہوئے ہیں اور ان کا حال یہ ہے "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" وہ جوں جوں دنیا بڑھاتے جاتے ہیں ان کے غموں میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ زمینداروں سے پوچھیئے پہلے ایک مربع حاصل کرنے کے لئے کتنی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے۔ پٹواری قانون گو، نائب تحصیلدار، تحصیلدار، مال افسر اور ڈپٹی کمشنر کی کتنی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ زمین ملنے کے بعد پھر اس کو آباد کرنے کی فکر لگ جاتی ہے۔ پہلے پانی چاہیئے۔ پھر مزارعین چاہیں، مزارعین کے سر پہ نگرانی کے لئے ڈنڈا لے کر کھڑا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کھیتی خصماں سیتی پھر ایک مزارعہ آکر کہے گا۔ میرے پاس ایک بیل ہے دوسرے بیل کا انتظام کر دیجئے۔ اس کی قیمت میرے حصہ میں سے کاٹ لیجئے۔ دوسرا آتا ہے میرے پاس بیلوں کی جوڑی تو ہے مگر ان کو کھلانے کے لئے چارہ نہیں ہے۔ وغیرہ وغیرہ اسی طرح دوسرے دنیا دار بھی بے شمار جھنجھٹ جھمیلوں میں پھنسے رہتے ہیں اور ان کا غموں سے چھٹکارا ہی نہیں ہوتا۔ وہ ظاہر میں خوش حال نظر آتے ہیں مگر بباطن سینکڑوں غم و آلام میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اللہ والے دال روٹی کھا کر، گودڑی میں بھی مست ہوتے ہیں، اور اطمینان قلب کی دولت سے مالا مال

غلط فہمی

اکثر لوگ یہ کہتے بھی سُنے جاتے ہیں کہ مشرکین اور کفار جب قبول حق سے تکبر کرتے ہیں تو ان دشمنوں کے اوپر

اہل فکر کا اختلاف

ابو السراج مبشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

علمی اور قومی نظری مسائل میں اہل فکر کو اختلاف ہوتا ہے بعض ایسے حضرات ہوتے ہیں کہ ان کی نگاہ سطحی ہوتی ہے اور بعض ایسے حضرات ہوتے ہیں کہ وہ گہرائی میں اترتے ہیں اور گہری نگاہ سے سوچتے ہیں۔ ان تمام حضرات کی نیت اچھی ہوتی ہے مقصد سب کا ایک ہوتا ہے مگر ہر ایک صاحب فکر نے اپنے ذہن اور نظر سے سوچا ہے اور اس کے مناسب تدبیر کو تجویز کیا ہے اور فکر ونظر کے اختلاف سے ان کے طریقہ کار میں بھی... اختلاف ہو جاتا ہے مگر جب مقصد ان تمام حضرات کا ایک ہے تو ان کے مختلف طریقہ کار پر ہمیں شک اور شبہ نہ کرنا چاہیئے۔ اور عوام جن حضرات کے فکر اور ذہن کو پسند کرتے ہیں اور اس سے عقیدت رکھتے ہیں اور اس کی رائے اور فکر پر صواب کا گمان رکھتے رکھتے ہیں تو ایسے حضرات کی جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ اور ان کی راہ عمل پر چلتے ہیں۔ ایسے حضرات کا طریقۂ کار دوسری جماعتوں کے مقصد حاصل کرنے میں بھی مدد کرتا ہے اور اخیر میں جاکر ایک مقصد میں آکر دوسری جماعتوں سے اصل مقصد میں ملتا ہے۔ اس لئے ایسی تمام جماعتیں ہر ایک کے طریقۂ کار کی ہمدرد اور معاون رہتی ہیں۔ ہاں اگر ارباب رائے کو کسی مقصد کے مقصد سمجھنے اور کسی منزل کے منزل سمجھے میں کسی انجام کو انجام سمجھنے میں.. اختلاف ہے تو بے شک ایسے ارباب فکر کی ایک پارٹی دوسری پارٹی کی مزاحم ہوتی اور ان کے طریقۂ کار میں تضاد اور بعد ہوتا ہے اور مقاصد میں تفرقہ ہوتا ہے اور تنافی ہوتی ہے اور ان میں ہار جیت اور دست و گریبانی کے جذبات اٹھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ایک پارٹی کی شکست دوسرے کی جیت اور ایک پارٹی کی موت دوسرے کی حیات ہے اس لئے ایسے حضرات کی تمام کوششیں اپنی حیات اپنی کامیابی اور اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے نہیں ہوتیں بلکہ اپنے مخالف فریق کی تمام کوششوں اور سرگرمیوں کے قتل کرنے میں اپنے اوقات کو مصروف رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ تمام مذموم اقدامات ان کی پارٹی کا مقصد اور وظیفہ ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ بدتر فکر دوسرا کیا ہوگا۔ جس میں مخالف فریق کے فکر پر غور اور تامل کی گنجائش نہیں ہے اور مخالف فریق کے افکار سے مفید استفادہ کی یا ان پر ان پر مفید انکار نکیر کے لئے اہلیت نہیں ہے اسی طرح آپ اہل علم کے اختلافات کو سوچیئے اور جانچیئے ـــــ

علمار کا اختلاف

اگر علمار کے اختلافات سے دین میں تفرقہ پڑتا ہے مسلمانوں کو دین کے نام پر فرقوں پر میں تقسیم کیا جاتا ہے ملت کی وحدت ٹوٹتی اور انتشار کو راہ ملتی ہے مسلمانوں میں عداوت منافرت کے جذبات اٹھتے ہیں۔ مسلمانوں میں باہمی تعاون تناصر اور تناصح کے رشتے کٹتے ہیں اور ایک فکر دوسرے فکر کو اپنے سے اتفاق کرنے پر مجبور کرتا ہے اور اتفاق نہ کرنے کی صورت میں اس پر نکیر کرتا اور برے نام سے یاد کرتا ہے اور طعن و تشنیع کو راہ دیتا ہے تو ایسے اختلاف کے مذموم سمجھنے میں ہمیں تامل نہیں کرنا چاہیئے اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس قسم کے اختلافات میں فکر وعمل کی راہیں ایک دوسرے کی ضد اور اصل مقصد کے منافی ہیں۔ اور اس قسم کے اختلافات نے ہمیں ایسی دعوت دی ہے جو قطعی طور پر سراسر قرآن شریف کی دعوت کے خلاف اور دین کے مقاصد سے باہر ہے۔ قرآن شریف ہمیں الفت اور دوستی کی اور ایک دوسرے پر ترحم اور تعاطف کی دعوت دیتا ہے اگر علمار کے اختلاف سے دین کی وحدت اور اجتماع میں تفرق اور تشیع کو راہ نہیں ملتی ہے اور مسلمانوں میں محبت اور مودت کا رشتہ نہیں ٹوٹتا ہے اور باہمی تعاون اور تناصر کے جذبات نہیں مٹتے ہیں۔ خصومت اور جدال سے ذہن اور دماغ خالی ہے تو اس میں شک نہیں کرنا چاہیئے کہ علمار کے اس قسم کے اختلافات نے فکر و اجتہاد کی راہ کو کشادہ کر دیا ہے اور ہر ایک صاحب بصیرت کو اجتہاد کرنے کا جائز حق دیا ہے اور ایک مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرنے سے دوسرے مجتہد کو جبر کرنے سے بچا دیا ہے اس قسم کا اختلاف فکر ونظر کا اختلاف ذہن اور اجتہاد کا اختلاف ہے اس کا ہونا ضروری ہے اور اس کے محمود ہونے میں شبہ نہیں ہے۔ صحابہؓ اور فقہائے مجتہدین کے اختلافات ہمارے سامنے ہیں ان کے اختلافات میں ہمارے لئے ہدایت اور سہولت ہے مسلمانوں نے جس صحابی کے فکر اور کسی فقیہ کے نظر کو پسند کرلیا ہے اس پر چلتے ہیں مگر کسی صحابی نے اور کسی فقیہ نے اپنے فکر پر کسی دوسرے کو مجبور کرنا نہیں چاہا اور نہ ان حضرات میں سے کسی ایک صاحب فکر نے کسی وقت بھی اپنے مخالف فکر ونظر پر انکار کیا ہے اور نہ کسی شناعت سے یاد کیا ہے۔

صحابہؓ کے اختلافات

صحابہؓ کی تمام زندگی میں سچی اور بے مثال سادگی ہے۔ دین کے باریک اور غیر ضروری مسائل میں قدم رکھنا اور پیچیدہ مسائل میں الجھنا صحابہؓ کی عادت نہیں تھی دلیل اور استدلال کے طریقوں پر صحابہؓ کو زیادہ توجہ نہیں تھی اور متکلمین کی طرح نظری مسائل سے صحابہؓ نے احتراز کیا ہے ہے جدال اور خصومت کے تصور سے صحابہؓ کا ذہن خالی تھا۔ صحابہؓ کی نظر میں اطمینان و یقین اور دین کے احکام کی تعمیل و اطاعت کے سوا کوئی اور چیز زیادہ عزیز نہیں تھی۔ صحابہؓ کو چند فروعی مسائل میں ضرور اختلاف ہوا ہے مگر ان میں اخوت اور تناصر کا جذبہ کسی وقت بھی ہلکا نہیں ہوا۔ صحابہؓ کے اختلافات نے ہم پر فکر و اجتہاد میں وسعت کا احسان فرمایا

اندلس کے حافظ شاطبیؒ نے الموافقات میں کتاب الاعتصام میں اور حافظ ابن عبدالبرؒ نے جامع بیان العلم میں صحابہؓ کے اختلافات کے بارہ میں لکھا ہے۔ عمر ابن عبدالعزیزؒ خلیفہ راشد فرماتے تھے "مجھ کو یہ تمنا نہیں ہوتی ہے کہ کاش صحابہؓ میں اختلاف نہ ہوا ہوتا اس لئے اگر ایک واقعہ میں صحابہؓ کا ایک ہی قول ہوتا تو لوگوں کے لئے اس میں تنگی ہوتی اور ارباب فکر کے لئے کسی ایک فکر.......... پر مجبوراً اکٹھا ہونا بڑا مشکل ہوتا۔ تمام صحابہؓ ہمارے مقتدار ہیں ہر ایک صحابی دین کے امام ہیں کسی ایک صحابی کے قول پر بھی عمل کیا جائے تو اس کی یہ پیروی درست ہے اور دین کی ایک سنت پر عمل ہے"

حافظ شاطبیؒ لکھتے ہیں صحابہؓ نے اجتہاد کیا ہے اور ان کے اجتہاد میں اختلاف ہی صحابہؓ کی اس سیرت نے ہمارے لئے اجتہاد کی طرح اجتہاد میں اختلاف کے جواز کا دروازہ کھول دیا ہے۔ چونکہ اجتہاد اور ظنون کے مواقع میں عادت یہ ہے کہ اکثر اتفاق نہیں ہوتا ہے اگر صحابہؓ اپنے اجتہاد میں اختلاف کا باب نہ کھولتے تو دوسرے مجتہدین کے لئے اجتہاد کا اور اجتہاد میں اختلاف کا دروازہ بند رہتا اور دوسرے حضرات مجتہدین تکلیف اور تنگی میں پڑ جاتے اور اپنے اجتہاد اور غالب ظن کے خلاف دوسرے صاحب کے اجتہاد کی اتباع پر مجبوراً مکلف ہو جاتے صحابہؓ کے فروعی اختلافات کی وجہ سے اللہ نے اس امت پر بڑی وسعت فرمائی ہے اور فروعی مسائل میں امت کو اجتہاد میں اختلاف کے جواز کی رحمت سے نوازا ہے۔

غرض یہ ہے کہ مجتہدین کے مجتہدات میں نصوص کے مفہومات اور معانی ناقص کے دریافت کرنے اور نصوص سے مسائل کے استخراج کرنے میں اہل علم کے فکر و نظر میں اتفاق ضروری نہیں بلکہ عادت یہ ہے کہ ذہن و نظر کے اختلاف سے نصوص کے معانی کے دریافت کرنے اور ان سے استخراج کرنے اور نتائج نکالنے میں اہل علم کو اختلاف ہو جاتا ہے مگر اس اختلاف کو خصومت اور فرقہ اور ٹولا بنانے کی حد اور مقام پر پہنچانا اور لے جانا مذموم ہے۔ اہل علم نے ہمیشہ اس سے احتراز کرنے کی کوشش کی ہے۔

خلیفہ منصور نے امام مالکؒ کو کہا میرا مقصد یہ ہے کہ آپ کی کتاب کے چند نسخے لکھوا کر اہل اسلام کے شہروں میں بھیج دوں اور اس کے ساتھ یہ حکم بھیج دوں کہ صرف آپ کی کتاب کے مسائل پر لوگ عمل کریں۔

امام مالکؒ نے اس کے جواب میں فرمایا آپ ایسا نہ کریں۔ لوگوں کو پہلے سے صحابہؓ کے اقوال اور حضورؐ کے ارشادات پہنچائے گئے ہیں اور لوگوں نے ایسے سنن اور آثار پر عمل کر لیا ہے جو ان کو پہنچ گئے ہیں۔ لوگوں میں اختلاف ہو گیا ہے۔ اس لئے آپ لوگوں کو اس مسلک پر رہنے دیجئے جس کو لوگوں نے اپنے لئے پسند کر لیا ہے۔ ہارون الرشید نے امام مالک رحؒ سے یہ کہا میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو صرف آپ کی کتاب کے مسائل پر عمل کرنے کی ترغیب دی جائے امام مالک رحؒ نے اس کے جواب میں فرمایا آپ ایسا نہ کریں اس لئے کہ رسالت مآبؐ کے بعد فروعات میں صحابہ رضؓ کو اختلاف ہوا ہے اور صحابہ رضؓ کے مختلف آثار شہروں میں پھیل گئے۔ خلیفہ منصور اور خلیفہ ہارون الرشید کی استدعا کے پورا کرنے میں اور تسلیم کرنے میں امام مالکؒ نے تامل فرمایا اور ان حضرات خلفاء کو امام مالکؒ نے یہ سمجھا دیا کہ لوگوں نے صحابہؓ کے مختلف آثار میں جس صحابی کے اثر کو پسند کر لیا ہے اس کو مانا اور اس پر عمل کیا ہے۔ لوگوں کو اپنی پسند پر چھوڑ دیجئے ہر ایک فریق کے پاس اپنی پسند اور اختیار کے لئے حجت موجود ہے خلیفہ منصور اور خلیفہ ہارون الرشید نے لوگوں کو امام مالکؒ کے اختیار اور فکر پر لوگوں کو مجبور کرنا چاہا تھا مگر امام مالکؒ نے خلفاء کے خیال پر انکار فرمایا کہ امام مالکؒ کے ذہن پر لوگوں کو مجبور نہ کیا جائے کہ صرف امام مالکؒ کے ذہن اور فکر پر لوگوں کو بلانا اور مجبور کرنا دین کی اہم اور ضروری خدمت نہیں ہے امام مالکؒ نے ایک ذہن اور فکر پر لوگوں کو اکٹھا کرنے کو اہل علم کے لئے ذہنی کوفت اور عوام کے لئے فتنہ سمجھا ہے۔ اس لئے امام مالکؒ نے ان خلفاء کو ان کے قصد اور ارادہ سے روکا ہے اسی طرح ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ جن حضرات اہل علم کے ذہن اور مسائل کو پسند کر لیا ہے ان کے پسند اور اختیار کو تبدیل کرنے کی اور ان کے اختیار اور پسند پر نکیر کرنے کی کوشش نہ کی جائے اور امت پر اللہ کی اس وسعت اور رحمت کو زحمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور فتنوں میں بدلنے کا ارادہ نہ کیا جائے، اور اس راہ میں صحابہؓ اور فقہائے مجتہدین کے طریقہ کار کے التزام رکھنے میں ہمارے لئے سراسر خیر اور بہتری ہے۔

اختلافات میں صحابہؓ کا طریقہ کیا تھا

صحابہؓ اور امت کے فقہا کو ذاتی رائے میں اختلاف ہوتا تھا۔ ذاتی رائے سے مراد یہ ہے کہ کسی حرج یا مصلحت کے ظن کو حکم کی علت قرار دیا جائے۔ چونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک فکر میں حرج یا مصلحت دوسرے فکر میں بھی حرج یا مصلحت ہے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ایک فکر میں جس حرج یا مصلحت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کو حکم کی علت قرار دیا گیا ہے دوسرے فکر میں بھی وہی حرج یا مصلحت حکم کی علت ہے۔ اس لئے رائے اور فکر میں ضرور اختلاف ہوگا۔ مگر ہمیں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ فکر و نظر کے اختلاف کی حالت میں صحابہ رضؓ کا طریقہ کیا تھا۔

حافظ ابن عبدالبرؒ نے جامع بیان العلم میں اور حافظ ابن قیم رحؒ نے اعلام الموقعین میں ذکر کیا ہے۔ ایک صاحب نے حضرت عمرؓ کے سامنے حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں اس جھگڑے کا فیصلہ کرتا تو ایسا نہ کرتا جیسا کہ ان حضرات نے کیا ہے اس صاحب نے کہا آپ امیر المومنین ہیں۔ آپ حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کا مذکورہ فیصلہ توڑ دیجئے اور آپ جیسا چاہتے ہیں ویسا فیصلہ کیجئے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں فرمایا اگر میرے پاس میرے فیصلہ کے لئے کتاب اور سنت کی تائید ہوتی تو میں ضرور ان حضرات کے فیصلہ کے خلاف فیصلہ کرتا مگر میرا فیصلہ بھی صرف میری رائے سے ہوگا اور صرف رائے میرے لئے اور ان حضرات کے لئے برابر ہے۔ میں اپنی رائے اور فکر سے ان کی رائے اور فکر کو توڑنا نہیں چاہتا ۔۔۔

احکام القرآن میں جصاصؒ نے لکھا ہے ایک صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عثمان رضؓ کو دیکھا کہ عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے سے منع کرتے ہیں اور حضرت علیؓ کو دیکھا وہ عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کا حکم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت علی رضؓ کو کہا کہ آپ میں اور حضرت عثمان رضؓ میں شر ہے حضرت علی رضؓ نے فرمایا ہم میں شر نہیں ہے ہم میں خیر ہی خیر ہے۔ حافظ ابن عبدالبرؒ اور حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا میں نے عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کے بارہ میں تمہیں رائے دی ہے جس کا جی چاہے اس پر عمل کرے اور جس کا جی چاہے اس کو چھوڑ دے۔ صحابہؓ کے مذکورہ آثار پر غور کیجئے۔ ذیل کے نتائج ان کی مراد ہیں۔

۱۔ اگر کتاب اور سنت کی صریح نص کسی رائے اور فکر کی تائید نہیں کرتی تو اس رائے اور فکر پر کسی دوسرے کو مجبور نہ کیا جائے اور اپنی رائے اور فکر سے دوسرے کی رائے اور فکر پر کسی دوسرے کو مجبور نہ کیا جائے اور اپنی رائے اور فکر سے دوسرے کی رائے اور فکر کی تغلیط اور تردید نہ کی جائے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے فکر پر حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کو مجبور نہیں کرنا چاہا اور اپنے فکر کے مقابلہ پر ان حضرات کے فکر کی تغلیط اور تردید نہیں کی۔

۲۔ صحابہؓ اپنے فکر کی طرح دوسرے کے فکر میں بھی خیر دیکھتے تھے جیسا کہ حضرت علیؓ نے اپنے فکر کی طرح حضرت عثمان رضؓ کے فکر کو بھی خیر فرمایا۔

۳۔ صحابہؓ ایسے فکر کے اختیار کرنے اور چھوڑنے میں لوگوں کو آزاد چھوڑتے تھے جس کی تائید میں کتاب اور سنت کی صریح نص موجود نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت عثمان رضؓ نے اپنے فکر کے اختیار کرنے اور ترک کرنے میں لوگوں کو خطاب فرمایا۔

غرض یہ ہے کہ علماء کو چاہیئے کہ اپنے فرقہ اور جماعت کے مخالف فریق اور جماعت کے علماء اور عوام کو اس مفہوم اور معنی کے ماننے پر مجبور نہ کریں جس مفہوم اور معنے کو ایک فریق کے اہل علم نے اپنے فکر اور ذہن میں اخذ کیا ہے۔ اور دوسرے فریق کے علماء نے اپنے ذہن اور فکر میں جس مفہوم اور معنے کو سمجھا ہے اس پر انکار و نکیر نہ کریں اور برا الزام نہ لگائیں اور ایک فریق کے علماء نے جس مفہوم کو اپنے لئے اپنے فکر میں خیر اور بہتر جانا ہے دوسرے فریق کے علماء کے مفہوم اور معنے کو ان کے خیال میں ان کے لئے خیر اور بہتر سمجھے اور علماء کا فکر اگر ایک فریق کے عوام پر حجت اور دلیل ہے۔ تو دوسرے فریق کے علماء پر اس کو دلیل اور حجت نہیں سمجھنا چاہیئے۔ جیسا کہ مجتہد کا فکر عوام کے لئے دلیل ضرور ہے مگر دوسرے مجتہد پر کسی مجتہد کا فکر حجت نہیں ہے۔ اگر اہل علم اختلافات میں صحابہ رضؓ اور مجتہدین فقہاء کے طریقہ کار کا التزام رکھیں تو علماء کے فکر و نظر کے اختلافات کے باوجود عوام اور اہل علم دونوں طبقے عامیانہ فتنوں اور فسادات کے الزام سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتے

فکر و نظر کے بارہ میں حضرات سلف کا نظریہ کیا تھا

حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں سلف اور خلف کو اتفاق ہے کہ جس رائے اور فکر کی موافقت یا مخالفت کتاب اور سنت میں معلوم اور ثابت نہیں ہوتی ہے۔ ایسی رائے پر ضرورت کے وقت عمل کرنا جائز ہے مگر جو بھی ایسے فکر کے خلاف عمل کرتا ہے تو اس پر انکار نہیں کیا جائیگا اور نہ اس کو خطا کا الزام دیا جائیگا

حافظ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں سلف اور خلف کو اتفاق ہے کہ رائے اور فکر حقیقتاً علم نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ سلف اور خلف نے اس کے بارہ میں یہ کہا ہے کہ علم کا بہترین وزیر اچھی رائے ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ جابر بن زیدؒ نے فرمایا تم میری ایسی رائے لکھتے ہو جس سے شاید میں کل کو رجوع کر دوں۔

ابن سیرینؒ اور حضرت سالم فرماتے ہیں اگر ہمیں اپنی رائے کے متعلق یقین ہوتا کہ آج جو ہماری رائے ہے وہ کل بھی ایسی رہے گی تو ہم ضرور تمہیں رائے دیتے لیکن ہمیں ڈر ہے کہ کل کو ہماری رائے بدل جائے گی۔ تو ہم آپ کو کہاں تلاش کریں گے اور آپکو اپنی نئی رائے بتا دیں گے۔

حافظ شاطبیؒ لکھتے ہیں۔ سعید ابن مسیبؒ سے ایک صاحب نے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس کو جواب دیا۔ پھر اس نے آپ کی رائے کو پوچھا اور اس نے آپ کی رائے کو لکھا اس مجلس میں ایک صاحب نے سعید ابن مسیبؒ کو کہا یا ابا محمد! آپ کی رائے لکھی جاتی ہے ؟ سعیدؒ نے اس آدمی سے وہ پرچہ لے لیا جس پر آپ کی رائے لکھی تھی اور اس کو پھاڑ دیا۔

اصول سرخسی میں لکھا ہے شیخ کرخیؒ نے فرمایا ہے کہ کسی مجتہد کا حق اور اچھی روش یہ نہیں ہے کہ اجتہادی اختلافات میں کسی دوسرے صاحب کے اجتہاد اور فکر پر نکیر کرے غرض یہ کہ تابعین سلف صالح اپنی رائے کو دین میں اسقدر اہم نہیں سمجھتے تھے کہ اس کے خلاف عمل کرنے والے اور رائے دینے والے پر انکار کریں یا الزام لگائیں۔ حضرات تابعین اور سلف کو اپنی رائے اور فکر پر اسقدر اعتماد نہیں تھا کہ آج جو ان کی رائے ہے وہ آئندہ بھی قایم رہیگی۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی — رائے میں تبدیلی آ جائے اور ان حضرات کو اپنی دینی اور علمی ذمہ داری کا پورا پورا احساس تھا اور لوگوں کے اعمال اور کردار کا اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتے تھے اس لئے ان حضرات کو اپنے فکر اور رائے کی تبلیغ اور اشاعت کرنے میں دریغ اور تامل رہا ہے۔ اور جو کچھ ان حضرات نے اپنا ذہن بنایا تھا اور اس کی حفاظت پر ان حضرات کو اصرار نہیں تھا اور نہ اس کی حفاظت کو ضروری سمجھتے تھے اس لئے سعید ابن مسیبؒ نے اس لکھنے والے سے پرچہ لے کر پھاڑ دیا تھا۔ اور شیخ کرخیؒ نے ایسے مجتہد کی روش کی بھی مذمت فرمائی ہے کہ وہ دوسرے اجتہاد اور فکر پر نکیر کرتا ہے۔ کسی فرقہ کے عالم کو یہ حق کیسے ہو سکتا ہے کہ جو کچھ اس نے سمجھا ہے اپنا ذہن بنایا ہے اس کے خلاف ذہن پر وہ انکار کرے اور اس کو الزام لگائے اور اپنے ذہن کو وہ دین بتائے اور اس کی حفاظت کے لئے رات دن تگ و دو کرے اور اس کے قیام کے لئے ایک گروپ کے قیام کی کوشش کرتا ہے۔ کتاب اور رسالتمآبؐ کی سنت کے سوا کسی عالم کا فکر اور مفہوم ایسا علم نہیں ہے جس سے اختلافات کرنا حرام ہے اور نہ ایسی دلیل ہے جس سے اہتمام حجت ہوتا ہے بلکہ وہ ایک خیال اور سمجھ ہے جس میں تبدیلی بھی ہو سکتی ہے اور اس پر پورا اعتبار بھی ضروری نہیں ہے۔ اگر مسلمانوں کے فرقوں اور جماعت کے اہل علم اور عوام نے اپنے افکار اور مفہوم کو صحیح اور واقعی مقام میں ایسا سمجھ لیا جیسا کہ سلف صالح نے اپنے افکار اور انظار کو مناسب مقام میں سمجھا تھا تو مسلمانوں کے باہمی اختلافات کی اصلاح بہت جلد اور آسانی سے ہو سکتی ہے اہل علم کے اختلافات میں لوگوں کو کیا کرنا چاہیے ؟

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس باب میں ایسے اہم اور مفید معلومات بہم پہنچائی ہیں جن سے مسلمانوں میں باہمی مودت اور اتحاد کا طریقہ رائج ہو سکتا ہے اس لئے میں حضرت شاہ صاحبؒ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ سے اس عنوان میں استفادہ کرتا ہوں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حضرت صحابہؓ کے اختلافات کی وجوہ اور اسباب پر بحث کرنے کے بعد لکھا ہے۔ تابعین نے صحابہؓ سے اس طرح علم حاصل کیا۔ جس طرح ان کو توفیق ہوئی تابعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور صحابہؓ کے مذاہب کو سنا اور یاد کیا اور صحابہؓ کے بعض اقوال بعض اقوال پر ترجیح دی اور بعض اقوال کو اپنی نظر میں ضعیف سمجھا۔ حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ جنب آدمی کے لئے تیمم کو ناجائز سمجھتے تھے۔ مگر جب عمارؓ اور عمران ابن حصین کی حدیث مشہور ہوئی تو حضرات تابعین کو حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کا مسلک ضعیف معلوم ہوا اور چھوڑ دیا۔ اس طرح تابعین میں ہر ایک عالم کا مذہب جو اس کے خیال اور فکر کے موافق قائم ہو گیا اور ہر ایک شہر میں تابعین میں ایک امام مانا گیا مدینہ منورہ میں ابن مسیبؒ اور سالم ابن عبداللہ اپنے وقت کے امام تھے اور ان کے بعد امام زہری یحییٰ

ابن سعید وغیرہ حضرات مدینہ منورہ میں امام رہے مکہ میں عطاء ابن ابی رباح اور کوفہ میں ابراہیم نخعی اور شعبی بصرہ میں حسن بصریؒ یمن میں طاؤس ابن کیسان اور شام میں حضرت مکحول اپنے وقت کے امام تھے اللہ تعالیٰ نے بہت سے قلوب کو ان کے علوم کا گرویدہ کر دیا اور نہایت شوق اور رغبت کے ساتھ لوگوں نے ان سے حدیث کو روایت کیا اور صحابہؓ کے فتاویٰ اور اقوال کو حاصل کیا سعید

تمہید .... سورۃ الحشر

امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ
غازی خدا بخش کیپٹن (ریٹائرڈ) شبیر احمد بی اے لاہور

موضوع

سورۃ المجادلہ میں حزب اللہ کی جس تشکیل کا ذکر آیا ہے۔ وہ منافقین کی سازشوں کی روک تھام کے لئے ہے۔ اب اس کے ساتھ حربی قوت کا نظام بھی ملا دیجئے تو یہی حزب اللہ سیاسی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے ساتھ ہی حربی حریفوں کا مقابلہ بھی کرے گا۔ سورۃ الحشر میں حزب اللہ کی اس بدیار توسیع کا ذکر ہے

حزب کا سیاسی ارتقاء

جب ایک حزب ایک خاص نظریے پر قائم ہو جاتا ہے۔ وہ اندرونی مزاحمتوں کو بھی دور کرتا ہے اور بیرونی حملوں کو برداشت کر کے ان کا مقابلہ بھی کر سکتا ہے اس قسم کے حزب کے مرتب ہوتے ہی اس کا اپنے مخالف نظریات کے احزاب کے ساتھ اعلان جنگ ہو جاتا ہے وہ دنیا میں صرف اپنی ہستی اور اپنے ساتھیوں کی ہستی برداشت کرتا ہے مثلاً جو حزب اس حزب کی قیادت کو تسلیم کر لے اسے تو وہ اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔ مگر کسی خود مختار مخالف حزب کی ہستی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے مخالف احزاب کی مخالفت کرنا اس کا فرض ہو جاتا ہے۔ ان مخالف احزاب کے خلاف اعلانِ جنگ کرنا اس کی طبعی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ لڑائی کا موقعہ ملے یا نہ ملے سیاسی احزاب کے ارتقاء کا یہ فلسفہ ہے۔

حزب اللہ کی تاسیس مکّہ معظمہ میں

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حزب مکّہ معظمہ میں پیدا ہوا، وہاں وہ بالکل ابتدائی حالت میں تھا۔ چند آدمیوں سے زیادہ اس کے ماننے والے نہ تھے بایں ہمہ ایک دنیا ان کے نام سے کانپ رہی تھی چنانچہ اس حزب کو فنا کرنا ہر شخص اپنا فرض سمجھتا تھا اس لئے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی متابعت میں حنیفی دین کو قائم کرنے کا دعویٰ کرتا تھا اور کسی مخالف قوت کو نہیں مانتا تھا۔ خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ تھی یہ حزب مکّہ معظمہ میں رہتے ہوئے اپنا نظام مکمل کرنا چاہتا تھا اس لئے فی الحال طرح دیتا جاتا تھا۔ جس نے مخالفت کی یا ضد اس سے ہٹ گئے۔ یہ ان کی سیاسی پالیسی تھی اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ ان کے نزدیک لڑنا جائز نہ تھا بارہا ایسے مواقع آئے۔ کہ لوگوں نے خواہش کی کہ لڑنے کی اجازت مل جائے۔ مگر قرآن نے اسی وقت یہی حکم دیا کہ کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ اس سے بھی واضح سند یہ ہے کہ سورۃ کا فروں مکّی سورت ہے اور وہ مقام تمام دنیا کے مخالفین کے لئے الٹی میٹم ہے۔ کہ تم سے صلح کی کوئی گنجائش نہیں ہے جو لوگ دین کے اندر سیاست کیسے ترقی کرتی ہے۔ سیاسی اصول پر مطالعہ نہیں کرتے بلکہ سب چیزوں کو اخلاقی نقطہ نگاہ سے حل کرنا چاہتے ہیں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور قرآن حکیم کی تعلیم کو منظم طور پر کبھی بھی سمجھا نہیں سکتے۔

حزب اللہ مدینہ منورہ میں

حزب اللہ جس کی بنیاد مکّہ معظمہ میں رکھی گئی تھی۔ اب اپنا مرکز بدل کر مدینہ منورہ میں جمع ہوتا ہے یہاں نسبتہً آزاد ہے یہاں کمزور طاقتوں نے حزب اللہ کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ سورۂ مجادلہ میں اس طرف توجہ دلائی گئی کہ ان مخالفین کو حقیر نہ سمجھو اگر ان کا سدباب نہ کیا گیا تو یہ اس نئی سوسائٹی کو کھا جائیں گے۔ اس پر مسلمان سنبھلے اور منافقین ڈر گئے۔

منافقین سے مقابلہ

منافقین جس طاقت کے بل بوتے پر باتیں بناتے تھے وہ یہود کی طاقت تھی جن کے قریب پاس ہی تھے ادھر حجاز کی تمام سرمایہ داری یہود کے قبضے میں تھی اور جاہلیت میں قریش بھی تاجر ہونے کی حیثیت میں سرمایہ داری سے کسی تعلق پیدا کر چکے تھے اس لئے یہود اور قریش ہم پیشگی کی وجہ سے آپس میں ملتے رہتے تھے اب ان لوگوں نے ادھر تو مدینہ میں مسلمانوں کے گھروں میں فساد ڈلوانے کے لئے خفیہ سازشیں شروع کر دیں اور ادھر کسریٰ و قیصر تک اپنے پیام پہنچانے شروع کر دیئے اب اس سیاسی پارٹی کا جو اپنے آپ کو آزاد سمجھتی ہو ایسی حالت میں صبر سے بیٹھے رہنا جائز نہ تھا اگر مخالفین حملہ نہیں کرتے تو یہ سیاسی حزب حملہ کرے گا یہ ہے وہ حملہ جسے اول الحشر (۵۹ : ۲) کہا گیا (غزوۂ بنی نضیر ۴ھ کا واقعہ ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ پہلا جارحانہ حملہ تھا اس سے پہلے جتنی جنگیں تھیں وہ سب مدافعانہ تھیں۔ بعض لوگوں نے صرف ان مدافعانہ جنگوں میں سے قاعدہ بنا لیا کہ حزب اللہ کا کام صرف مدافعانہ جنگ کرنا ہے۔ یہ لوگ ان جارحانہ کو بھی دیکھیں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے کیں (غزوہ بنی نضیر اس قسم کی جارحانہ جنگوں کی پہلی مثال ہے)

کیا اسلامی جنگ مدافعانہ ہے

مسلمانوں میں قدیم سے ایسی جماعتیں چلی آتی ہیں جو اسلام کا نام تو لیتی ہیں مگر اس کی سیاست نہیں سمجھتیں۔ ایسی جماعتوں کے لوگ اسلام کی تعلیم کو فقط اخلاقیات میں منحصر کر دیتے ہیں اور سیاسی تقدم کو ایسی شرطوں کے ساتھ مشروط کر دیتے ہیں۔ جن کا تحقق ناممکن ہے۔ اسی طرح وہ قوم کو مار دیتے ہیں۔ اسی قسم کی جماعتیں جہاں کہیں مسلمانوں میں پیدا ہوئیں انہوں نے فائدے کی بہ نسبت نقصان زیادہ پہنچایا۔

پاک و ہند میں انگریزی غلبے کے بعد مسلمانوں میں دو تحریکیں چلائی گئیں۔

بعض نے قرآنی حکمت نہ سمجھتے ہوئے اس خیال کی تائید کی کہ اسلام کی جنگیں ہمیشہ مدافعانہ رہی ہیں ان کا فیصلہ یہ ہے کہ اسلام نے کبھی حملہ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ مدافعت ہی کی ہے اس پر بہت کچھ لکھا گیا۔

قرآن حکیم کی آیت هوالذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون ہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حکیم بین الاقوامی انقلاب کا پروگرام پیش کرتا ہے۔ چنانچہ ایک جماعت میں انقلابی ذہنیت والے استاد ہر طبقے میں موجود رہے مثلاً حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح

باقی بر صہ ۱۲

جنّت اور دوزخ

شرعی اور اسلامی نقطہ نظر سے

(اثر خامہ حجۃ الاسلام حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ)

یہ ایک طے شدہ مسئلہ ہے کہ آدمی دنیا میں جو کچھ بھی عمل کرتا ہے اس کی جزا یا سزا قیامت میں پائے گا۔ اگر اچھے اعمال کرے گا تو اس کی جزا جنت پائے گا اور اگر خراب افعال کا مرتکب ہوگا تو اس کی سزا دوزخ پائے گا۔

تو اب یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جنت کیا چیز ہے کسی عارف نے کیا ہی ایجاز کے ساتھ جنت کی تعریف کی ہے گویا دریا کو کوزے میں بھر دیا ہے

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

حقیقت میں یہی سچی تعریف جنت کی ہے کہ وہاں کوئی ادنیٰ فکر مثلاً اس طرح کہ دسترخوان چنا ہوا ہے۔ اب چل کر کھالیں یا نہیں جنت میں اتنی فکر بھی نہ ہوگی تم نے کسی میوے یا کھانے کا تصور کیا اور فوراً تمہارے منہ سے آلگا۔

وفیہا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین

جنت میں وہ سب کچھ ہے جس کی دل خواہش کریں اور جو آنکھوں کو لذت دے۔

جنت وہ ہے جہاں کوئی جسمانی یا روحانی آزار نہ ہوگا حتیٰ کہ سر میں گرانی بھی نہ ہوگی

لا یصدعون ولا ینزفون

نیز ارشاد ہے۔

لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون

نہ ان کو خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے

اور جنت وہ ہے کہ جہاں کسی کی کچھ محتاجی نہ ہوگی۔ اور کسی سے کوئی کام نہ پڑیگا ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ انسان چھوٹے سے لے کر بڑے کام تک اپنے بھائی برادری کا محتاج ہے بنی نوع انسان کی مدد کی اس کو ضرورت ہے جنت میں ایسا نہ ہوگا ہر فرد غیر محتاج اور اپنی جگہ مست ہوگا اس کے سارے کاروبار قدرت اور قدرت کے مقرر کردہ غلمان ادا کریں گے۔ جنت وہ ہے کہ جہاں کوئی رشک وحسد نہ ہوگا۔

ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین ہ

ہم نے ان کے سینوں سے کینہ کو کھینچ لیا۔ بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ــــ

وہاں کوئی بیکار اور لغو گفتگو نہ ہوگی

لا یسمعون فیھا لغوا ولا تاثیما الا قیلا سلاما سلاما ہ

وہ سوائے سلام کے جنّت میں کوئی لغویات نہیں سنیں گے۔

دُوزخ

جس طرح نیک عمل کرنے والے کی جزا جنت ہے۔ اسی طرح برُے کرتوت کی سزا ہیں دوزخ۔

جنت کے برخلاف دوزخ سرتا سر تکلیف ورنج کی جگہ ہے۔ جنت میں ہر خواہش کی چیز ملے گی، دوزخ میں انسان کی کوئی خواہش پوری نہ ہوگی، پینے کو ٹھنڈا پانی مانگے گا تو کھولتا ہوا گرم پانی جس سے اس کی آنتیں جل جائیں دیا جائے گا یا پیپ اور خون پلایا جائے گا، کھانے کو مانگے گا تو سینڈھ جو حلق میں پھنس کر رہ جاوے گی دی جائے گی۔ آگ کی پوشاک پہنائی جائے گی جس سے اس کا چمڑا تک جلس جائے گا۔

جنتیوں کو تخت وفرش پر بٹھلا کر عزت کی جائے گی۔ تو دوزخ میں ہتھکڑی بیڑی سے مدارات کی جائے گی جنّت میں سایہ اور ٹھنڈی چھاؤں کی راحت ہوگی اور دوزخ میں آگ کی لپٹ اور تپش ہوگی۔

حسب ذیل آیات کا اقتباس مذکورہ بیان کے لئے کافی معلوم ہوتا ہے

تلفح وجوھھم النار وھم فیھا کالحون

ان کے چہروں کو دوزخ کی آگ جھلس دے گی اور ان کی صورتیں بگڑ جائیں گی۔

کلا انھا لظیٰ نزاعۃ للشویٰ

ہرگز نہیں وہ شعلہ والی آگ ہے منہ کی کھال ادھیڑنے والی۔

وسقوا ماءً حمیمًا فقطع امعاءھم

اور وہ پانی ان کی آنتوں کو ٹکڑے کر دے گا۔

ان شجرۃ الزقوم طعام الاثیم کالمھل یغلی فی البطون کغلی الحمیم ہ

سینڈھ کا درخت گنہگار کی غذا ہے جیسے پگھلا تانبا وہ پیٹوں میں کھولتا ہے جیسے کھولتا پانی

ولا طعام الا من غسلین

اور نہ کوئی کھانا مگر زخموں کا دھوون

وطعامًا ذا غصۃ اور گلے میں اٹکنے والا کھانا

فالذین کفروا قطعت لھم ثیاب من نار کافروں کے لئے آگ کے کپڑے قطع ہونگے

اذ الاغلل فی اعناقھم والسلاسل یسحبون ہ جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی وہ کھینچے جائیں گے

واسروا الندامۃ لما راوا العذاب ہ اور جب عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی پشیمانی کو چھپائیں گے

یا حسرتیٰ علی ما فرطت فی جنب اللہ ــــ اسے حسرت اس پر کہ میں نے خدا کے پہلو میں داخل ہونے کی کوشش میں) کمی کی ــــ

دنیا میں شخصی راحت وآرام کا بلند سے بلند ترین تخیل ایک لفظ بادشاہی کے اندر بخوبی ادا ہو سکتا ہے گو بادشاہی اس کیفیت کا نام ہے جس میں انسان کی کوئی آرزو شرمندۂ حرماں نہ ہو، سامان راحت اور اسباب شادمانی کی فراوانی سے اس کو مسرت ہو۔ کسی غم کی آمیزش وشائبہ بھی نہ ہو۔ اونچے اونچے محل ہرے بھرے باغ۔ بہتی ہوئی نہریں شاداب تختے سونے چاندی کے اسباب زر وجواہر کے برتن زریں کمر غلام، دست بستہ خدام، ریشمین لباس طلائی تختے موتیوں کے ہار، سونے کے کنگن شراب کے زمردیں پیالے حسین ومہ جبین بیگمات یہ سب شاہی لوازم ہیں اور انہی تخیلات کے مطابق جنت کی تعریف کی گئی ہے گویا ہر شخص کے لئے جنت میں شاہی اور امیری ٹھاٹھ باٹھ ہوں گے ــــ

یہ حقیقت یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عالم آخرت یا جنت کی اشیاء کو جن دنیاوی الفاظ سے ادا کیا گیا ہے ان سے مقصود بالکل وہی نہیں ہیں جو ان الفاظ سے ہم سمجھنے کے عادی ہیں بلکہ از روئے حقیقت ان الفاظ کے لغوی مفہوم ومعنی سے ان کی اخروی حقیقتیں بدرجہا بلند واتم ہونگی۔ جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون (سجدہ)

کسی کو یہ معلوم نہیں کہ ان کے لئے ان کے اچھے اعمال کے بادلہ میں آنکھوں کی ہی ٹھنڈک چھپا رکھی گئی ہے۔

حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے قال اللہ تعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر (صحیح بخاری)

خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ وہ مہیا کیا ہے جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا۔

حضرت سفیان ثوریؒ اعمش سے اور وہ ابوظبیانؒ سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جنت میں جو کچھ ہے وہ دنیا کی چیزوں سے ناموں کے سوا اور کسی بات میں مشابہ نہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قیامت میں جسم اور روح دونوں نمایاں ہوں گے۔ اور یہاں جو معاملہ ہوگا۔ اس میں جسم و روح دونوں برابر کے حصہ دار ہوں گے۔ تو معلوم ہوا کہ جنت کی زندگی جسم کے ساتھ ہوگی۔ لیکن اس جسم کی خصوصیات ایسی نہ ہوں گی جیسی کہ دنیا میں ہیں یہاں ہر کھانے پینے کے ساتھ بول و براز پسینہ اور سوء ہضم کی علت ہے مگر وہاں یہ کچھ نہ ہوگا

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کھائیں گے اور پئیں گے لیکن نہ تو وہ تھوکیں گے اور نہ وہاں بول و براز کی حاجت ہو گی نہ وہاں ناک سے رطوبت نکلے گی نہ بلغم اور کھنکار جیسی گھنونی چیزیں ہوں گی کھانا ایک ڈکار میں ہضم ہوگا۔ وہاں پسینہ میں مشک کی خوشبو ہوگی جو جنت میں داخل ہوگا اس کو وہ نعمت ملے گی کہ پھر تکلیف نہ ہوگی۔ نہ ان کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ ان کی جوانی زائل ہوگی۔ وہاں منادی غیب یہ پکار کر کہدے گا کہ یہاں وہ تندرستی ہے کہ بیمار نہ پڑو گے۔ وہ زندگی ہے کہ پھر موت نہ آئے گی۔ وہ جوانی ہے کہ پھر بوڑھے نہ ہوگے اور وہ آرام ہے کہ پھر تکلیف نہ پاؤ گے لوگوں کے چہرے اپنے اپنے اعمال کے مطابق چمکیں گے۔ کوئی ستارے کی طرح کوئی چودھویں کے چاند کی طرح۔

کسی شخص کو اس زندگی پر جس کا نقشہ اوپر کھینچا گیا ہے تعجب نہ ہونا چاہیئے اس لئے کہ ہر عالم کے لئے الگ الگ لوازم ہیں۔ دیکھو کہ انسان شکم مادر میں ایک بچہ کی صورت میں زندہ تھا مگر وہاں اس کی زندگی۔ اس کی غذا اس کے فضلۂ غذا اس کی سانس اور دوسرے لوازم حیات بیرون شکم کے دنیاوی اصول حیات و قوانین زندگی سے بالکل مختلف تھے اور جس طرح شکم مادر میں بچہ کا اس بیرونی زندگی کی حکایات کو تعجب کے ساتھ سن کر آمادۂ انکار ہونا دانشمندی نہ ہو گی۔ ایسے ہی اس بادی دنیا کے خوگر اور اس عالم آب و گل کے باشندے اس دوسری زندگی کے اصول حیات طرز غذا اور دیگر لوازم حیات کو سنکر آمادۂ انکار ہوں تو ان کا بھی یہ فعل دانشمندی کے خلاف ہوگا

بقیہ: سورۃ الحشر صفحہ ۱ سے آگے

قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا انقلابی تخیل ان میں پایا گیا۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ بطور انقلابی

آپؒ کو قریباً ساٹھ سال پہلے دیوبند ہی میں چند نفوس انقلاب کو علم اور سنجیدگی سے سمجھنے سمجھانے والے ملے چنانچہ وہ مطمئن ہو گئے۔

اسلام اور جنگ

الغرض انقلابی جماعت دیکھے گی کہ وہ مخالفوں کا مقابلہ کر سکتی ہے تو وہ جارحانہ حملہ کرنے میں تاخیر نہیں کرے گی۔ اس مسئلے کو یوں حل کیا گیا کہ حملہ کرنے میں پیش قدمی کرنا یا مدافعت پر اکتفا کرنا یہ دوسرے درجے کی چیز ہے اس کا فیصلہ کرنا قائد لشکر کا کام ہے یہ اصولی بحث نہیں ہے۔ کمانڈر اپنی فوج کی حالت کے مطابق مدافعت ہی کو کافی سمجھے گا تو فقط مدافعت ہی کرے گا اور اگر حملہ کرنا ضروری خیال کرے گا تو حملہ کرنے میں پیش قدمی کرے گا۔

دنیا میں مذہبی پروگرام دو طریقوں پر چل رہے ہیں بعض مذاہب وہ ہیں جو لڑنا اور حملہ کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں سمجھتے جیسے بدھ دھرم والے جو اصولاً اہنسا کے قائل ہیں اور جنگ کو کسی شکل میں بھی جائز نہیں سمجھتے

دوسرے وہ مذاہب ہیں جن کے نزدیک حسب ضرورت لڑنا جائز ہے

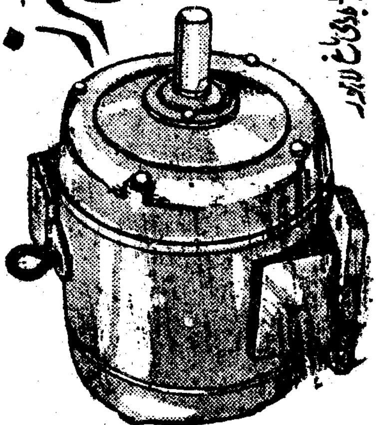
پس اصولی بات یہ ہے کہ کسی مذہب کے نزدیک جنگ جائز ہے یا نہیں اس معیار کے مطابق قرآن حکیم جنگ کو بالکل جائز رکھتا ہے قرآن حکیم ایک عظیم الشان بین الاقوامی انقلاب کا زبردست حامی ہے۔ قرآن فقط انقلابیوں کی چیز ہے جو مناسب موقع پر اپنے انقلاب کی کامیابی کے لئے لڑنا جائز سمجھتے ہیں۔

قرآن مجید

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمہ و تفسیر بیان القرآن کے ساتھ

تاج کمپنی لمیٹڈ کے ہاں چھوٹی تقطیع سے لیکر بڑی تقطیع تک کے قرآن مجید و حمائل عکسی رنگین بلاکوں کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں ان سب نمونوں کے صفحوں کا ایک مکمل سٹ آپ ایک کارڈ بھیج کر مفت منگا سکتے ہیں

تاج کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس ۵۳۰ کراچی



سلطان فونڈری

مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم ٹانک ضلع ڈیرہ اسمٰعیلخاں کا

سالانہ جلسہ

مورخہ ۱۷، ۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء کو منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث صاحب کے علاوہ ضلع بھر کے علماء کرام شمولیت فرما کر حاضرین کو مواعظ حسنہ سے مستفیض فرمائینگے۔

(سید بادشاہ)

ضروری گزارش

چٹ پر سرخ نشان × چندہ ختم ہونے کی دلیل ہے — لہذا قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ چندہ جلد از جلد ارسال فرما کر ممنون فرمادیں۔

انچارج خریداران شیخ عبدالحمید

تاریخ کے آئینہ میں

ایک درویش ایک شہنشاہ

یعقوب سروش

رات کی گہری تاریکیوں کا فسوں ٹوٹ رہا تھا۔ صبح کا جگمگاتا ہوا تارا اجالوں کی آمد کا پیام سنا رہا تھا۔ تغلق تیمور حسب معمول رات کے پچھلے پہر ہی بیدار ہو چکا تھا۔ وہ اپنی خوابگاہ کے دریچے سے اپنے اس دیوتا کے درشن کرنے لگا جسے اس کے باپ نے اپنی فتوحات کی یادگار میں شاہی محل کے عین سامنے نصب کرایا تھا نسیم سحر کے خوشگوار جھونکوں نے اسے دعوت دی کہ وہ اپنے بالا خانے پر چڑھ جائے۔ وہاں سے وہ مغرب میں ڈوبتی ہوئی سیاہیوں اور مشرق سے ابھرنے والے اجالوں کو اچھی طرح دیکھ سکے گا ـــــ اس نے سوچا کہ اجالوں کے استقبال کے لئے کیوں نہ اپنی ملکہ کو بھی اپنے ہمراہ لے لے مگر یہ سوچ کر کہ وہ رات گئے تک جاگتی رہی ہے۔ اس نے اپنی ملکہ کو بیدار کرنے کو مناسب نہ سمجھا۔ اور اکیلا ہی وہ بالا خانے پر چڑھ گیا وہ آج سے ایک مہینہ قبل اپنے باپ کے انتقال کے بعد تاتاری سلطنت کا شہنشاہ بن گیا تھا۔ اس کی تخت نشینی پر ساری ریاست میں دو ہفتوں تک عظیم الشان جشن منایا گیا ـــــ وہ اپنی رعایا کا واحد حکمران تھا۔ ان کی موت وحیات اور عزت و آبرو اس کی مٹھی میں تھی ـــــ اس کی تخت نشینی پر ساری ریاست خوش تھی ـــــ اس کی آواز میں بادلوں کی گرج چھپی ہوئی تھی ـ۔ آنکھوں میں بجلی کی سی لپک تھی۔ اس کی کمر پر لٹکنے والی تلوار ملک الموت کا ہاتھ تھی ـــــ غصے میں آکر جب وہ چلنے لگتا تو زمین جیسے کپکپا جاتی ـــــ اس کی سلطنت کے طاقتور سپاہیوں نے مسلم حکمرانوں اور ایرانی سلطنت کو تاخت و تاراج کر دیا تھا۔ تاتاری تلوار جب میان سے نکلتی تو مسلمانوں اور ایرانیوں کے خرمن حیات پر برق بن کر چمکتی تھی ـــــ تیمور نے دیکھا کہ مشرق کا ماتھا موتیوں کی لڑی کی طرح جگمگا رہا ہے ـــــ شہر کی خاموشی کا سحر باطل ہو رہا تھا کہ یکایک تیمور کے کانوں سے ایک نئی صدا ٹکرائی

"اللہ اکبر ـــــ اللہ اکبر"!!

یہ کون ہے؟ ـــ کیا کہتا ہے ـــ؟ کیوں چیخ رہا ہے اس کے ذہن میں کئی سوالات ابھرے ـــ اس نے دستک دی ـــ فوراً خدام باادب حاضر ہو گئے ـــــ

"دیکھو ـــــ ہمارے محل کے قریب اتنے سویرے یہ آواز لگانے والا گستاخ کون ہے؟" تیمور کی آواز گونج اٹھی۔

"آپ کی شوکت وحشمت کی قسم!" خادم نے زمین بوس ہو کر کہا "وہ ایک چیتھڑے لگایا ہوا بھکاری ہے ـ۔ شہر میں نیا نیا آیا ہے ـــــ!"

"اس گنوار بھک منگے کو مابدولت کی جناب میں پیش کرو ـــــ"

اور تھوڑی دیر میں بھکاری کو جو کہ ایک جوان اور خوبصورت آدمی تھا تیمور کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ تنی ہوئی گردن سے شہنشاہ نے نووارد کا جائزہ لیا۔ گھنی سیاہ داڑھی پرانے اور پیوند لگے ہوئے میلے کچیلے سے کپڑے ـــــ بائیں ہاتھ میں تسبیح ـــــ بغل میں ایک پوٹلی ـــ اور آنکھوں میں طمانیت کا نور ـــــ!!

کون ہے تو؟" شاہی جاہ و جلال سے سب کپکپا رہے تھے۔

"میں نووارد بڑے ہی سکون سے بڑے ہی پرسکون لہجے میں جواب دے رہا تھا۔ "میں ایک مسلمان ـــــ اللہ عزوجل کی بڑائی کا اعلان کرنے والا!!"

مسلمان!!" بادشاہ تقریباً چیخ اٹھا ـــــ ہمارا غلام ـــــ جسے دیکھ کر ہماری تلوار کی پیاس تیز ہو جاتی ہے ـــــ یہ کہتے کہتے تغلق تیمور کا ہاتھ تلوار کے قبضے پر آ چکا تھا" تو نے یہ جسارت کیسے کی کہ ہمارے محل کے قریب شور و غل مچانے سنبھل جا ـــــ اے موت کو پکارنے والے خودسر غلام!! ہم بہ نفس نفیس تیرا سر قلم کریں گے ـــــ!!"

نووارد مسکرا رہا تھا" ہاں میرا سر تیار ہے" وہ کہنے لگا "لیکن اے دنیوی شان و شوکت کے متوالے تغلق تیمور! میں تم کو ایک بات یاد دلانے آیا ہوں!ـــ آج سے کچھ برس پہلے کا واقعہ!!"

"جبکہ تم کو ابھی سریر آرائے سلطنت نہیں ہوئے تھے تیمور کچھ سوچنے کی کوشش کرنے لگا اور جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو وہ بول اٹھا "وہ بات جلد بتا دے ہم دیکھ رہے ہیں کہ تو بڑا گستاخ ہے ـ ہم اس سر کو کچل ڈالتے ہیں جو ہماری بارگاہ میں نہیں جھکتا۔ ہم تاتاری بہادر سورمے ہیں ـــــ خون کی ندیاں بہتی دیکھ کر ہمارا دل ناچ اٹھتا ہے۔ ہمیں مظلوم عورتوں اور یتیم بچوں کی چیخ و پکار بے حد بھاتی ہے ہم انسانوں کی لاشوں کے انبار پر اپنے حرم کی تعمیر کرتے ہیں۔ جلدی بتا وہ بات ـــــ ورنہ ابھی تیرا سر خون میں لت پت ہو جائے گا!" نووارد نے دیکھا کہ تیمور کے ہاتھ میں تلوار چمک رہی ہے ـــــ

"اے بادشاہ نوجوان کے چہرے پر وہی سکوت تھا۔ تم اس دن کو یاد کرو جب تم سیر کے لئے جا رہے تھے۔ راستہ میں تمہیں ایک درویش ملے ـــ شیخ جمال الدین ـــــ اونچے قد آور گندمی رنگ والے ـــــ چاندنی جیسی مقدس داڑھی ـ دودھ جیسا سفید عمامہ ـــــ مبارک ہونٹوں پر زمین و آسمان کے خالق کی تعریف تھیں وہ یاد ہوں گے نا؟!

تاتاری تلوار اب میان میں جا چکی تھی" ہاں یاد ہے ـــــ تیمور کی آواز بلند ہوئی ـــــ لیکن تو کون ہے؟!" میں ان کا بیٹا ہوں!" نووارد بول رہا تھا" ان کا انتقال ہو چکا ہے ان کی بڑی آرزو تھی کہ تمہاری تخت نشینی تک جیتے رہیں تاکہ تم سے کیا ہوا وعدہ ایفا کر سکیں ـــــ جب ان کی سانس اکھڑ رہی تھی تو انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں تم تک پہنچوں اور تمہارے سوال کا جواب دوں!!"

"کون سا سوال؟" تیمور نے فوراً پوچھا۔

"تم نے اس وقت میرے والد ماجد سے پوچھا تھا کہ کتا بہتر ہے یا شیخ جمال الدین؟" ـــــ نووارد کہہ رہا تھا اور تغلق تیمور کا ذہن ماضی کے اوراق الٹنے لگا۔ ماضی جبکہ وہ ابھی شہزادہ تھا

چند تاتاری جانبازوں کی معیت میں وہ شکار کیلئے جا رہا تھا۔ تاتاری روایات کے مطابق شکار پر جانے سے قبل اس نے اپنے مذہب کے مقدس لوگوں سے فال نکلوایا تھا ایک مذہبی سردار نے اسے مشورہ دیا تھا" نوجوان شہزادے ـــ شکار میں یقیناً کامیابی ہو گی ـــ لیکن اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ تمہارے شکار کے رقبہ میں کسی ایرانی یا کسی مسلمان کا گزر نہ ہونے پائے۔

ـــــ یہ بڑے ہی ذلیل ہوتے ہیں ـــ چنانچہ شہزادہ نے حکم دیا کہ اس کے شاہی قافلہ کے اطراف دو میل کے احاطہ میں کسی مسلمان یا ایرانی کا گزر نہ ہونے دیا جائے ـــــ اگر کوئی شامت کا مارا آ جاتے تو اسے فوراً تلوار کے گھاٹ اتار دیا جاتے۔ اور پھر احتیاطی تدابیر کے باوجود ایک بوڑھا اس کے احاطہ میں داخل ہوا۔

(باقی ص ۱۶)

ہمارے نظام تعلیم میں دینی تعلیم کا مقام

یہ مقالہ ۲۹ اپریل ۶۳ء کو پشاور یونیورسٹی میں منعقدہ علاقائی مؤتمر علوم اسلامیہ کے لئے لکھا گیا —

(حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی کیمل پوری)

انسان مجموعہ ہے جسم و روح قلب عقل و جوارح کا۔ انسان حقیقی سعادت اور فلاح اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا اور انسانیت کو متوازن ترقی نہیں ہو سکتی جب تک کہ انسان کی یہ تمام قوتیں مناسب طور پر اس کے مرتبہ یا شایانِ شان نشوونما اور پرورش نہ پائیں۔ دنیا میں صالح تمدن کا اس وقت تک وجود نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک ایسا دینی اخلاقی عقلی مادی ماحول نہ قائم ہو جائے۔ جس میں دین کے لئے بسہولت تمام اپنے کمال انسانی کو پہنچنا ممکن ہو اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ زندگی کی راہ نمائی اور تمدن کی جہاز رانی ان لوگوں کے ہاتھ میں نہ ہو جو روحانیت اور مادیت دونوں کے قائل، دینی و اخلاقی زندگی کا نمونۂ کامل، عقل سلیم اور علم صحیح سے متصف ہوں۔ اسلام سے پہلے انسانیت اس مرکز کو چھوڑ کر دو مختلف اور متضاد گروہوں میں بٹ چکی تھی۔ ایک گروہ صرف مادیت کا پرستار۔ مادی لذتوں اور منفعتوں کا قائل اور معتقد تھا۔ اس کے تمدن کی نمود صرف اینٹ پتھروں، کپڑے اور لوہے میں تھی۔ جنگ کے میدان اور اس کی عدالتیں لہو ولعب کا مرکز اور عیش و عشرت کے حلقے تھے۔ اخلاقی انسانی خانگی زندگی اور معاشرت، باہمی تعلقات اور معاملات اس کے حلقۂ اثر سے خارج تھے۔ انسان حیوانات سے ممتاز نہ تھا۔ اس کی ظاہری آرائش اور نمائش اس جسم کی سی تھی جس پر غیر طبعی فربہی طاری ہو۔ جو بظاہر بڑا شاندار اور پرشکوہ معلوم ہوتا ہو لیکن اندرونی طور پر وہ بیسیوں امراض اور تکالیف میں مبتلا ہو۔ اس کا قلب ضعیف ہو چکا ہو — اور اس کی صحت نقطۂ اعتدال سے ہٹ چکی ہو —

اس کے برعکس دوسرا گروہ مادیت سے بے پروا اور صرف روحانیت اور مابعد الطبیعات حقائق کا قائل تھا۔ وہ صرف عبادات اور مذہبی رسوم پر قانع تھا۔ اس کے انداز فکر میں صحراؤں اور غاروں کی زندگی شہری زندگی سے بہتر تھی۔ اور روح کو پاک اور بے آمیز کرنے کے لئے خود آزادی اور جسمانی تہذیب مستحسن تھی —

اس کے نزدیک اس مادی عالم میں انسان کی تکمیل ممکن نہ تھی۔ یہاں تک کہ خود روحانیت اور اخلاق روز بروز بے اثر اور عملی زندگی سے بے دخل ہوتے چلے جا رہے تھے۔ یعنی انسانیت اسلام سے پہلے حیوانی مادیت اور رہبانی روحانیت کے درمیان جھولا جھولتی رہی اور انسانوں کی کشتی حیات دو انتہائی نظریوں کے درمیان ہچکولے کھاتی رہی۔ کبھی مادیت کا غلبہ رہا اور کبھی روحانیت کا اعتدال اور توازن مفقود رہا۔

اسی کشمکش روح و مادہ میں سید دو عالم نبی امی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ آپ نے سب سے پہلا الہامی پیغام جو دنیائے انسانیت کو دلایا وہ اقرأ باسم ربك الذي خلق تھا اور اس سرائی پیغام میں تعلیم اور نظام تعلیم میں دینی تعلیم کے مقام کو دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ آپ نے مادیت اور روحانیت کے حسین امتزاج ہی کو کامیابی اور کامرانی کی اساس قرار دیتے ہوئے یہ پیغام خداوندی انسانوں کو سنایا۔ ربنا اٰتنا في الدنيا حسنة وفي الاٰخرة حسنة —

دنیا میں حسنات کا حصول اور آخرت میں حسنہ کا حصول انسان کے جسم و روح کے مجموعہ کی کمال پرواز کے بغیر ناممکن تھی۔ چنانچہ سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی سے صحابۂ کرام کا طرز عمل، اسی آیت کریمہ کی تفسیر و تشریح ہے۔ حضور انور کی امت نے اسی شمع ہدایت کی روشنی میں اپنی زندگی کو منضبط کیا وہ اگر راتوں کو روح کے ارتقاء کے لئے رہبان تھے۔ تو دنوں کو معرکہ حق و باطل کے میدانوں میں رکبان تھے۔ وہ دین و اخلاق اور قوت و سیاست کے مکمل پیکر تھے۔ ان میں انسانیت اپنے تمام گوشوں شعبوں اور محاسن کے ساتھ نمودار تھی وہ اخلاقی اور اعلیٰ روحانی تربیت کا مجموعہ مرکب تھے اس کے بعد بھی مسلمان نے انہی کے طرز زندگی کو اپنایا۔ قرون وسطیٰ تک مسلمانوں کی یہ کیفیت تھی کہ جس چیز کی طرف توجہ کرتے تھے۔ خیر و برکت ان کا استقبال کرتی تھی۔ حدود سلطنت مشرق میں چین اور مغرب میں دریائے رائن و فرانس سے بغلگیر تھیں۔ علم و فضل کی یہ کیفیت تھی کہ آٹھ برس کے لڑکے کو حفظ قرآن کے ساتھ تفسیر سے بھی مناسبت ہو جاتی تھی اور گیارہ برس کی عمر میں فقہ، حدیث کلام ادب، نحو اور دوسرے علوم کی تکمیل ہو جاتی تھی —

اسلامی نظام حیات کے دونوں شعبوں (مادیت روحانیت) پر مسلمان پوری طرح قابض اور مسلط تھا عیسائیت اور اس کے فلسفہ پر پوری فتح ہو چکی تھی۔ ابن رشد اندلس کو جس کا فلسفہ تیرھویں صدی عیسوی تک یورپ میں مقام امامت پر فائز تھا علم حدیث کا سب سے پہلا باضابطہ مجموعہ موطا امام مالک زبانی یاد تھا فقہ اربعہ پر جامع کتاب بدایۃ المجتہد اسی فلسفی امام کی تالیف اور علمی شاہکار ہے بیت الحکمۃ کا مصنف احمد بن محمد فلسفی حدیث میں امام مالک کا شاگرد تھا۔ امام رازی اگر فلسفہ و منطق میں امام تھے تو قرآنی علوم و معارف میں ان کے مقام تحقیق کی لافانی یادگار تفسیر کبیر آٹھ ضخیم جلدوں میں آج تک موجود ہے۔

دینی تعلیم کی قائدانہ حیثیت

ہماری شہری تاریخ اس امر کی شاہد عدل ہے۔ کہ مسلمانوں نے دینی تعلیم کو صرف ایک مضمون کے طور پر قبول نہیں کیا تھا۔ بلکہ!! دوسرے علوم و فنون کے ساتھ اسے قائدانہ حیثیت دی تھی۔ اگرچہ یہ موضوع ایک مستقل حیثیت کا مالک ہے مگر یہاں بھی ایک امر کا اجمالی تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ مسلمانوں نے دنیاوی حسنات علوم و فنون کے ساتھ دینی ..... برکات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس فہرست میں کھیتی باڑی کرنے والے علماء کرام سے لیکر ریشمی کپڑوں کے پالنے والوں میں دینی علم کی مقبولیت کی یہ حالت تھی کہ ابو عبد اللہ دیوکشی مشہور محدث گذرے ہیں۔

مزدوروں میں سے ابو ذر غفاری کے شاگرد! مشکان جمال۔ ابو موسیٰ ہارون عبد اللہ جمال رافع علی جمال اسماء گرامیہ سر فہرست ہیں۔ جو مزدوری

کرنے کے باوجود علم دین میں اس قدر ماہر تھے کہ ان میں کوئی امام فی الحدیث اور کوئی امام فی الفقہ کے لقب سے اوراق کتب الانساب کی زینت ہے۔ تقریباً ہر ایک کلمہ گو علوم دینیہ کا دلدادہ تھا۔ حتیٰ کہ جوتے بنانے والے اور موچی تک علم وفضل کی مسند پر جلوہ گر تھے۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن فداء محمد بن سالم فداء کثیر بن عبید فداء ابو یحییٰ متوکل فداء اپنے پیشہ وکسب میں نامور ہونے کے علاوہ علم دین میں امامت سے مشرف تھے۔

حلوائی علماء کرام کی فہرست کافی طویل ہے حلوا سازی اور حلوا فروشی کے باوجود عبدالعزیز بن احمد حلوائی جن کا لقب شمس الائمہ تھا فقہ حنفیہ کے بہت بڑے امام تھے۔ محمد حلوائی بہت بڑے محدث ابو المعالی، عبداللہ بن احمد حلوائی ابوالمحاسن عبدالرحیم بن عبداللہ حلوائی اس طبقہ کے مایۂ ناز بزرگ ہیں۔ یعنی وہ صرف مٹھائی بنانے والے اور بیچنے والے ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے علم وعمل کی وہ شیرینی بھی تقسیم کی ہے۔ جس کی لذت سے مسلمان ہمیشہ مزے لیتے رہیں گے۔ علم دین کی قبولیت کا یہ حال تھا کہ آٹا پیسنے والوں میں بھی ایسے فضلائے روزگار اور یکتائے زمانہ علماء پیدا ہوئے ہیں جن کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں مل سکتی۔

شام کے حبیب بن صالح طحان، واسط کے خالد بن عبداللہ طحان کوفہ کے ابو یزید رستم طحان اس طویل فہرست کے گوہر آبدار ہیں۔ جن کے علم وفضل نے فیضان عام جاری کیا کہ بے شمار لوگ اس سے شکم سیر ہوتے ہیں اور اپنی روح کی پرورش کی ہے، جسد ملت میں ان کے علوم وفضل کے خون اب تک گردش کر رہے ہیں اور مسلم قوم پر تازگی کے آثار باقی ہیں۔

علماء کرام وا جلہ عظام میں وہ کاریگر بھی شامل ہی نہیں بلکہ ان کے اسماء گرامی سرفہرست ہیں جنہوں نے علم کے صابون سے انسانی جسم وروح کے گناہ اور بدعقیدگی کی میل کو صاف فرمایا ہے اور اسلام کو پاکیزہ صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ شیخ الاسلام اسماعیل بن عبدالرحمٰن صابونی نیشاپوری انطاکیہ کے عبداللہ بن حسین صابونی جرجانی کے ابو محمد عبداللہ احمد صابونی بغداد کے ابوالطیب محمد بن عمر صابونی سب کے سب بلند پایۂ علمائے عالم دین اور مفکرین اسلام تھے۔

فہرست تو طویل ہوتی جا رہی ہے۔ مگر یہ مقالہ تشنہ ہی رہے گا۔ اگر ان اکابر علماء کا ذکر نہ کیا جائے۔ جنہوں نے اپنے فنون اور مکاسب کے ساتھ ساتھ مشعل علم کو روشن رکھا حتیٰ کہ گوشت فروخت کرنے والوں میں کوفہ کے حبیب بن ابی عمرہ قصاب، مرو کے عبدالعزیز بن موسیٰ قصاب، ہرات کے ابو رافع قصاب، مصر کے عباد بن ربی عون قصاب یگانہ روزگار علماء میں سے تھے۔

جنید وشبلی کے استاد ابوالحسن خیر بن عبداللہ نساج کپڑا بننے والے تھے۔ بزاز طبقہ کے علماء میں امام ابو حنیفہ جیسے سراج الامتہ کا ذکر موجود ہے کپڑا سینے والوں نے جسم انسانی کے لئے علم وفضل کی قبائیں سلی ہیں۔ اور ظلم وجہالت کی عریانیت کو ختم کر کے انسان کے جسم کو علم وتقویٰ کی پوشاک دے۔ ابو عبداللہ صالح بن راشد خیاط ابو سلمان خیاط، ابو غالب نافع خیاط، سالم خیاط، عمران خیاط اسی طبقہ سے متعلق تھے۔ کپڑا دھونے والوں میں علم، دین کی قبولیت کا یہ حال تھا کہ قصار کی فہرست میں ابو حراس قصار معاویہ بن ہشام قصار نفع بن ایوب قصار بھی گزرے ہیں۔ جنہوں نے جسم انسانی سے جہالت ونادانی کی میل وکچیل کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ لوہاروں اور بڑھیوں، شیشہ گروں صیقل گروں بلکہ تیل کا کاروبار کرنے والوں میں بھی دینی علوم کا اس قدر ذوق وشوق تھا کہ مصر کے قاضی ابو بکر محمد بن احمد کتابی حداد تھے۔ جن کا وصال ۳۴۴ھ کو ہوا۔ امام جعفر صادق کے شاگردوں میں سے ابو سہل نصر بن عبدالمالک بلخی صیقل کا نام سرفہرست ہے۔ خطیب بغدادی کے استادوں میں ابوبکر احمد بن علی زجاجی دشیشہ گر، بھی موجود ہیں۔ غرضیکہ مسلمانوں نے نہ صرف عقیدہ کے طور پر بلکہ عملی طور سے دین اور دینی تعلیم کو دنیاوی تعلیم اور اس کے تمام شعبوں پر حاوی رکھا۔

برصغیر میں ورود

برصغیر میں جب مسلمان فاتحانہ شان سے داخل ہوئے تو انہوں نے علوم عالیہ اور مکاسب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کو امتیازی مقام عطا کیا اور اس نصاب تعلیم کو اس قدر عام اور مفید بنایا کہ برطانوی اقتدار سے پہلے اس ملک میں ایک ایک گاؤں اور ایک ایک قریہ میں مکتب اور مدرسے قائم تھے۔ ہر مسجد مشعل بردار علم تھی اور ہر خانقاہ علم وعرفان کا سرچشمہ، مکتبوں میں عربی، فارسی، اردو اور معمولی حساب کی ابتدائی تدریس ہوتی اور مدارس میں قرآن وحدیث فقہ اسلامی ثقافت، لسانیت، فلسفہ، منطق، ریاضی ہیئت اور دوسرے علوم متداولہ وغیر متداولہ کی تعلیم کا وافر انتظام ہوتا اس پر سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ تعلیم کا نظریہ سطحی نہ تھا۔ اور نہ اس کا مقصد ہر سال طلباء کی کثیر تعداد کے سر پر دستار فضیلت باندھ کر انہیں علم وفضل کا ٹھیکیدار بنا دینا تھا۔ بلکہ اس کا مقصد اس سے کہیں زیادہ عظیم تھا۔ ان مدارس میں تدریس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ جب منتہی مدرسے سے رخصت ہو تو اسے اپنے مضمون پر عبور ہوا اور وہ دنیاوی علم کے ساتھ دینی علم سے پورا واقف وآشنا ہو۔ دنیاوی علوم اس کو اپنے عقیدہ اور حب مذہب سے باغی نہ کر سکیں۔

دینی تعلیم کے فوائد

عیسائی اقتدار نے اگرچہ اسلام اور علوم دینیہ کے خلاف سرد جنگ لڑی علوم اسلامیہ کا استیصال کیا دینی علوم کے علم برداروں کو کمینہ اور علدنیت کے طعنے دیئے دنیاوی علوم کے لئے درس گاہیں بنائیں ان کی تدریس اور انصرام کے لئے انگلینڈ سے تربیت یافتہ اساتذہ بلائے مگر پھر بھی جن خوش بختوں کو دینی تعلیم گھٹی میں پڑ چکی تھی وہ اس لادینی تعلیم کے مسموم اثر سے کلیتہً محفوظ رہے۔ برصغیر میں تعلیم جدید کے سب سے بڑے سرپرست مرحوم سرسید احمد خاں دینی اقدار کی عزت واحترام کے بھی محافظ تھے جنہوں نے سر ولیم اور دوسرے مشرکین کی ان خفیہ چالوں کو بھانپ لیا۔ جو انہوں نے سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بطل جلیل اور ایک فاتح کی حیثیت سے روشناس کرانے کے لئے چلی تھیں۔ سرسید نے خطبات احمدیہ لکھ کر ان کو بتایا کہ سید دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم رحمتہ اللعالمین تھے یہ حب ملت اور اسلامی تمدن سے وابستگی جو ان کی شکل ولباس تک حاوی تھا۔ یہ سب تعلیم کا اثر تھا۔ جس کی تعبیر کلام اقبال میں یوں کی گئی ہے۔

"جمال الدین افغانی سرسید احمد خاں اور ان کے شاگرد مغرب زدہ شاگرد نہ تھے بلکہ وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے قدیم مکتب کے ملاؤں کے آگے زانوے ادب تہ کیا تھا"

فرنگی نظام تعلیم جو لارڈ میکالے کی اسلام کش پالیسی پر مرتب کیا گیا تھا۔ اس کے مہلک اثرات سے وہی خوش بخت انسان بچے جو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ تھے مولانا محمد علی جوہر نور اللہ مرقدہٗ کا ارشاد ہے۔ "خدا نے ہم پر بڑا رحم فرمایا کہ مسلمان کے گھر پیدا کیا وراثت کے لحاظ سے رجحان اسلام اور توحید کی طرف رہا تربیت اسلام اور توحید کے دائرے میں ہوئی نہ اب ارسطو کا جادو چل سکتا ہے نہ کانٹ کا"

(باقی آئندہ)

خدام الدین خود پڑھیے اور دوسروں کو پڑھائیے

بقیہ ایک درویش ایک شہنشاہ

فوجیوں نے اسکی مشکیں کس دیں — اور اسکی ضعیفی کی وجہ سے اسے قتل کرنے کی بجائے شہزادے کے آگے پیش کر دیا — شہزادہ غصے کے مارے آگ بگولہ ہو گیا تھا۔ شکاریوں کا وہم مشہور ہے اس نے چلا کر کہا "کون نالائق ہے یہ کیا اسے معلوم نہ تھا ہم شکار پر نکلے ہوئے ہیں۔ ہمارے احکام سے سرتابی کرنے والے کی گردن توڑ دی جاتی ہے" وہ تیزی سے بوڑھے کی طرف بڑھ رہا تھا — "مجھے پتہ نہیں تھا نوجوان شہزادے" پر اثر اور مطمئن آواز میں بول رہا تھا — بوڑھے کی آواز سن کر نہ جانے کیا بات ہوئی کہ شہزادہ بہت سست گام ہو گیا۔

"اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ شکار پر نکلے ہیں تو میں کبھی آپ کا راستہ نہ روکتا —!" بوڑھے کی آواز میں بڑی شیرینی تھی —

تم کون ہو؟ — کیا نام ہے تمہارا ؟ — کہاں کے رہنے والے ہو ؟ — شہزادے نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی — "میں مسلمان ہوں" بوڑھا کہہ رہا تھا۔ "شیخ جمال الدین میرا نام ہے ایران کا رہنے والا ہوں" — شہزادہ نے محسوس کیا کہ اس بوڑھے میں "دو ذلتیں ایک جگہ جمع ہو گئی ہیں — اس کے چہرے پر پھر سے نفرت کے آثار نمایاں ہو گئے — اس نے اپنے شکاری کتے کی طرف دیکھا جو زبان لٹکائے ہانپ رہا تھا — اس نے کتے کو اپنی طرف بلایا اور اسکی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "اچھا ہم ایک سوال تم سے پوچھیں گے۔ صحیح جواب ملے تو تمہیں معاف کر دیا جائے گا ورنہ یہ تلوار تمہیں موت کے دروازے تک پہنچا دے گی — اب یہ بتاؤ کہ ہمارے کتے میں اور تم میں کیا فرق ہے ہمارا کتا بہتر ہے یا تم۔؟" شہزادہ کے تحت الشعور یہ بات موجود تھی کہ بوڑھا شیخ کتے سے بھی ذلیل ہے — اس کے نزدیک غلام اور کتا ایک ہی لفظ کے دو معنی تھے۔

بوڑھا شیخ اللہ کا آزاد بندہ تھا — موت کو وہ کہاں خاطر میں لاتا ؟ اس کا تو یہ عقیدہ تھا کہ موت مرد مومن کے لئے ایک تحفہ غیبی ہوتی ہے یہ تحفہ قبول کر کے وہ اپنے رب کا دیدار کر سکتا ہے — موت کا تحفہ عطا ہوتے ہی اسے لافانی زندگی کا دلکش مقام مل جاتا ہے

"جلد جواب دو" شہزادہ گرجا "ورنہ پھر موت کے لئے تیار ہو جاؤ !" شیخ جمال الدین کے چہرے پر وہی سکون اور وہی وقار چھایا ہوا تھا۔ اس نے کہا "اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوا تو میں بہتر ہوں گا ورنہ یہ ہانپتا ہوا کتا ہی مجھ سے افضل ہو گا یہ ایمان ہی آدمی کو بلندیاں عطا کرتا ہے اگر ایمان کی دولت نہ ہو تو ایسی زندگی کتے ہی کی طرح ہو کر رہ جاتی ہے۔ بلکہ بے ایمان آدمی سے کتا اچھا کہلایا جا سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے آقا کا وفادار ہے اور ہمیشہ اپنے آقا کی تابعداری کرتا ہے —!!"

"یہ ایمان کیا ہے ؟" شہزادہ نے پوچھا "کتا اگر اپنے مالک کو پہچانتا اور اپنے فرائض انجام دیتا ہے تو وہ ایماندار کتا کہلاتا ہے" بوڑھا شیخ بول رہا تھا "اسی طرح گھوڑا اپنے آقا کو پہچان کر اس کی خدمت کرتا رہتا ہے تو وہ بھی با ایمان کہلاتا ہے — بالکل یہی حال آدمی کا بھی ہے — اگر آدمی اپنے پالنہار کو پہچانتا ہو اسی سے ڈرتا ہو۔ اس کی بزرگی بیان کرتا ہو اس کے آگے اپنی جبین نیاز جھکاتا ہو تو وہ آدمی صاحب ایمان کہلاتا ہے۔ ایمان کی نعمت عظمیٰ پا کر ایک آدمی یعنی ایک انسان فرشتوں سے بھی بازی لے جا سکتا ہے ؟

شہزادہ پر ایک عجیب و غریب کیفیت طاری ہو گئی بوڑھے شیخ کا ایک بول امرت کا دھارا بن گیا تھا۔ شہزادہ تیمور تغلق کو احساس ہوا کہ واقعی گھوڑا اور کتا کتنے ایماندار جانور ہیں۔

لیکن انسان ہو کر کبھی اس نے اپنے مالک سے وابستگی کا مظاہرہ نہیں کیا — اس کو یوں محسوس ہوا کہ بوڑھا شیخ جو کچھ بول رہا تھا وہی باتیں تھیں جن پر وہ کبھی کبھی سوچنے کی کوشش کرتا، لیکن خواہشات اقتدار اور ہوس آدمی کو ضمیر کی اس آواز کی طرف متوجہ ہونے کا موقع کہاں دیتے ہیں ؟ اب شہزادہ میں کافی نرمی آچکی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا "اے بزرگ شیخ — اب تم جاؤ — میں شکار پر جا رہا ہوں جب تم سنو کہ میں سلطنت تاتار کا شہنشاہ بن چکا ہوں تو تم مجھ سے ملنے کے لئے ضرور آنا میں تم سے کچھ پوچھوں گا !!

جب شہنشاہ تغلق تیمور ماضی کے دھندلکوں سے باہر آیا تو نوجوان کہہ رہا تھا "میں آپ کو یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ میرے والد محترم کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ایک مقبول اور نیک بندے تھے۔!!"

تغلق تیمور نے دیکھا کہ رات کے اندھیرے ختم ہو چکے ہیں اور مشرق کے افق پر سرخیاں پھیل گئی ہیں — بڑی ہی متانت سے تغلق تیمور نے کہا "نوجوان — باہر چلے جاؤ — ہم تمہیں پھر یاد کریں گے "

نوجوان جا چکا تو اس نے اپنے وزیر اعظم کو طلب کیا اور کہا۔ "وزیر اعظم ! ہم تم سے ایک بات پوچھنا چاہتے ہیں — کئی برس سے ہمارے سینے میں ایک خواہش پرورش پا رہی ہے — ہمیں شیخ جمال الدین کا ایمان بہت پسند آیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اسلام قبول کر کے ہم بھی شیخ جیسے جائیں صاحب ایمان بن جائیں !!"

"خوب بخوب !" وزیر اعظم مسرت سے جھومنے لگا "جہاں پناہ میں تو کئی برس پہلے ہی مسلمان ہو چکا ہوں — ایران کے ایک مرد درویش نے میرے دل کو اسلام کے لئے کھول دیا تھا تب تک میں نے مصلحتاً اپنے اسلام کو چھپائے رکھا ہے آیئے تو پھر ہم اللہ کی بندگی میں داخل ہو کر ایک نئی زندگی .... ایک نئے عدل پرور دور سلطنت کا آغاز کریں۔!"

تغلق تیمور کا چہرہ جگمگا رہا تھا — دور مشرق کے ماتھے پر اجالوں کا پیام لانے والا سورج۔ خوبصورت کنول کی طرح کھل رہا تھا۔

خلاصۃ المشکوٰۃ

جس میں اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثیں ہیں اور اس پر قرآن شریف کی طرح اعراب ہیں ترجمہ نہایت ہی آسان اردو میں ہے عورتیں سمجھ دار بچے اور معمولی اردو دان بھی بآسانی پڑھ سکتے ہیں

ہدیہ مجلد ۸ محصولڈاک ۷۵ پیسے

کمینجر خدام الدین لاہور

مجلس ذکر

مجلس ذکر کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح سے جو لوگ وابستہ ہیں۔ یعنی جنہیں آپ سے بیعت کا شرف حاصل ہے وہ ہر جمعرات کو نماز مغرب کے بعد جمع ہوتے ہیں اور خاندان قادریہ کے مسلک پر ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ ذکر کے بعد تقریر ہوتی ہے جس میں امراض روحانی کی تشخیص اور اس کا علاج و پرہیز بتائی جاتی ہے۔ تزکیۂ نفس کے لئے یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔ یہی تقریر ہفت روزہ خدام الدین " میں شائع ہوتی ہے۔ ان ہی تقاریر کا مجموعہ مجلس ذکر کے نام سے کتابی شکل میں آپ کے سامنے ہے خود پڑھیئے اور اہل و عیال کو سنایئے انشاءاللہ مجلس ذکر کا مطالعہ روحانی بیماریوں سے شفا پانے کا ذریعہ بن جائے گا۔ اگر زندگی میں ان بیماریوں سے شفا نہ پائی۔ تو یہ بیماریاں قبر میں بھی ساتھ جائیں گی اور حشر کے دن بھی تڑپائیں گی

مکمل سٹ آٹھ حصے ہدیہ -/۸ روپے محصولڈاک ۱/۵۰ کل ۹/۵۰ روپے پیشگی بھیجیں۔

ناظم انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

بقیہ: اہل فکر کے اختلافات صفحہ ۱۵ سے آگے

ابن مسیب اور آپ کے اصحاب کا یہ مذہب تھا کہ حرمین شریفین کے علماء کا علم اور فقہ سب سے زیادہ پختہ ہے اور ان کے مذہب کی بنیاد ابن عمرؓ حضرت عائشہؓ ابن عباسؓ کے فتاویٰ اور وہاں کے قاضیوں کے فیصلے ہیں۔ اس لئے ابن مسیب نے ان کے علوم کو بقدر استطاعت حاصل کیا اور تجسس کی نظر سے ان کو دیکھا اور ان حضرات کو جس مسئلہ پر اتفاق تھا اس کو ابن مسیب نے مستحکم لے لیا اور جس مسئلہ میں ان حضرات کے اقوال مختلف تھے ان میں قوی اور راجح قول کو اختیار کیا ابراہیم نخعی اور آپ کے اصحاب کی یہ رائے تھی کہ ابن مسعودؓ اور آپ کے اصحاب فقہ میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہیں اس لئے ابراہیم نخعی اور آپ کے اصحاب نے ان حضرات کے علوم کو حاصل کیا اور امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کا ماخذ ابن مسعودؓ کے فتاویٰ حضرت علیؓ کے فیصلے قاضی شریح اور دوسرے قاضیوں کے فتاویٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کو پورا کیا جو حضورؐ نے فرمائی تھی کہ بعد والی نسل میں عادل لوگ اس علم دین کو حاصل کریں گے اور تابعین کے زمانہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل علم کی ایک جماعت کو پیدا کیا اور انہوں نے حدیث کو روایت کیا اور دین کے احکام کو سیکھا اور مختلف شہروں کے اہل علم حضرات کے مسائل اور فتاوے حاصل کئے اور ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہے اور دین میں مسلمانوں کے مقتدا بن گئے اور انہی پر مذہبی اور دینی امور کا انحصار رہا اور انہوں نے علم اور دینی امور میں اپنے مشائخ کا طریقہ اختیار کیا۔ اور جب کسی مسئلہ میں صحابہؓ اور تابعین کے مختلف اقوال انہی حضرات کے سامنے آتے تھے تو ہر ایک عالم کے نزدیک اپنے مشائخ کا پسندیدہ مذہب ہوتا تھا کیونکہ مشائخ کے صحیح اور سقیم اقوال کو وہ عالم خوب جانتا تھا۔ اور ان کے اقوال کے مناسب اصول کو خوب یاد رکھ سکتا تھا اور ان کے فضل و تحریر پر اس عالم کا قلب زیادہ مائل ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے اہل مدینہ کے نزدیک حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت عائشہؓ حضرت ابن عباسؓ

حضرت زید ابن ثابتؓ کا مذہب اور ان کے تلامذہ ابن مسیب حضرت عروہؓ حضرت سالمؒ وغیرہ کا مذہب اختیار کرنا دوسرے حضرات صحابہؓ اور ان کے تلامذہ کے مذہب کی نسبت بہتر ہے اس لئے امام مالکؒ اہل مدینہ کے مسلک کو لازم سمجھتے تھے اور اہل کوفہ کے نزدیک عبداللہ ابن مسعودؓ اور آپ کے تلامذہ کا مذہب حضرت علیؓ قاضی شریحؒ اور شعبیؒ کے فیصلے اور ابراہیم نخعی کے فتاویٰ اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔ الخ

صحابہؓ کے مختلف آثار میں تابعینؒ نے اپنے لئے اپنی پسند پر راجح قول کو اختیار کیا ہے اور تابعین کے بعد اہل علم نے اپنے مشائخ کے انتخاب اور اعتماد پر تابعین کے مختلف اقوال میں اپنے لئے قوی اور راجح قول کو اختیار کیا اہل علم نے جن حضرات علماء کے اقوال اور آثار کی صحت اور سقم کو جانچا اور جانا ہے اور اہل علم کے قلوب جن حضرات علماء کی طرف مائل تھے اور جن حضرات علماء سے اہل علم کو عقیدت تھی اہل علم نے ایسے حضرات علماء کے مسلک کو اپنا مسلک بنایا اور ان کے اقوال کو اپنا مسلک رکھا اور سلف صالح کی اس روش پر امت مسلمہ کے ارباب علم و بصیرت نے کبھی انکار نہیں کیا ہے ٹھیک اسی طرح اگر آج مسلمانوں کی ایک جماعت کو ایسے علماء کے علم اور فکر و نظر کی اتباع کرنے کا التزام ہے۔ جن کے علم و تقویٰ کو اہل علم نے جانچا ہے اور ان کے اقوال کی صحت کو دریافت کیا ہے اور ان کے ساتھ پوری عقیدت ہے تو یہ مسلک اور یہ روش کسی الزام و ملامت اور نکیر کا مستحق نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ تابعینؒ کے علماء اور ان کے بعد کے اہل علم کا یہی مسلک اور دستور رہا ہے۔ اور اسی مسلک اور دستور سے امت مسلمہ کی وحدت اور اتفاق کو تقویت پہنچتی ہے اور امت مسلمہ کو اختلاف اور تفرقہ کے خطرات سے بچایا جا سکتا ہے۔ اگر صحابہؓ اور تابعین نے اور ان کے بعد حضرات علماء نے اپنے اقوال میں دین کو محصور نہیں کیا تھا اور لوگوں کو اپنے فکر اور بصیرت کے ماننے پر مجبور نہیں کیا تھا تو آج کل کے مولوی صاحبان کو یہ حق کہاں سے حاصل ہوا اور کس نے مولوی صاحبان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا ہے کہ وہ اپنی ہر ایک بات اور خیال کو دین سمجھتے ہیں اور اپنے ذہن کو لوگوں میں دین بنانا چاہتے ہیں اور جو اس کے ذہن اور فکر سے اتفاق نہیں کرتے تو اس سے دست و گریبان ہونے کے لئے آستین چڑھ جائیں۔ اس بدزبانی اور مفسدانہ نمائش سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بچائے۔ آمین۔ (واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین)

رحیم بخش متوجہ ہوں

عزیزم رحیم بخش! آپ جہاں کہیں بھی ہوں۔ اپنے گھر آکر یا میرے پاس اسلامیہ کالج لائلپور میں جلد از جلد پہنچ جائیں تمہیں کچھ نہیں کہا جائیگا۔ آپ کی والدہ آپ کی وجہ سے بڑی پریشان ہیں۔ تمہارا بھائی۔ حافظ محمد عبداللہ لیکچرار علوم اسلامیہ (اسلامیہ کالج لائلپور)

اشاعت قرآن عزیز

ہفت روزہ خدام الدین

(محصول ڈاک معاف)

کے پیش نظر ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ یکم رجب المرجب ۱۳۸۳ھ سے یکم شوال ۱۳۸۳ھ تک جو حضرات عکسی قرآن عزیز (مترجم و محشی حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ) درجہ سوم خرید فرمانا چاہیں وہ خدام الدین کا ایک سال کا چندہ مبلغ ۱۱ روپیہ اور ۹ روپیہ ہدیہ قرآن عزیز فی جلد بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ قرآن عزیز بذریعہ ڈاک ان کی خدمت میں روانہ کر دیا جائے گا اور محصول ڈاک بذمہ دفتر ہوگا

خدام الدین کے ایجنٹ حضرات فروخت کے لئے کم از کم ۳ نسخے قرآن عزیز ۸ روپیہ فی جلد بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ فرمائیں پیکنگ اور خرچ ڈاک بذمہ دفتر ہوگا۔

نوٹ:- یہ رعایت مندرجہ بالا مدت کے لئے ہے۔ اور صرف سالانہ خریداران حضرات کے لئے ہے جو بیک وقت ۲۰/- روپیہ روانہ فرمائیں۔ ایجنٹ حضرات سے ہدیہ قرآن پاک پیشگی آنا لازمی ہے یہ رقم ماہانہ بل میں شامل نہیں ہو سکے گی۔

(مینیجر مشتاق حسین بخاری)

خوشخبری

عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ آنے والے پاکستانی بھائیوں کے لئے مفت رہائش کا انتظام بجلی اور پنکھوں سے آراستہ کمرے، محل وقوع حرم شریف کے بالکل قریب!

ناظم منزل اہلسنت محلہ جیاد بالمقابل مکان ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب مکہ مکرمہ

نوٹ:- ڈاکٹر صاحب سے ملکر فوراً کمرہ حاصل ہو سکتا ہے

کشمیری

شالیں ــ اور ــ دھسے

لاتعداد نمونوں میں

فون ۸۱ ۲۴۲

شیخ عنایت اللہ اینڈ سنز انار کلی لاہور

بقیہ:۔ خطبہ جمعہ صلہ سے آگے

دنیا ہی میں کیوں زندگی تلخ نہیں کر دی جاتی۔ اور حق تعالٰے کیوں انہیں تنگیٔ معیشت اور تکلیف دہ امراض میں مبتلا نہیں کر دیتے اس دنیا میں وہ کیوں بظاہر خوشحال اور کھاتے پیتے نظر آتے ہیں اور عیش وراحت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس اشکال کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب حل فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ جج جب قتل کے ملزم کو پھانسی کی سزا سنا دیتا ہے تو بطور مراحم خسروانہ سپاہیوں کو حکم کرتا ہے کہ اس ملزم کی جو خواہش ہو پوری کر دو۔ خوب مٹھائیاں اور پوریاں کھلا دو۔ بال بچوں کو دیکھنا چاہے دکھا دو۔ تو کیا جج کی اس عنایت کو کوئی دوسرا شخص دیکھ کر اس راحت وعیش کی تمنا کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پس یہی حال کفار و مشرکین کا ہے۔ حق تعالٰے اپنے علم میں ان کے لئے چونکہ ابدالآباد جہنم کی سزا تجویز کر چکے ہیں اس لئے چند دن کے لئے متاع قلیل کو ان کے سپرد کر دیا ہے۔ اسی کو حق تعالٰے فرماتے ہیں۔

كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝

اللہ تعالٰے کافروں کو خطاب فرماتے ہیں کہ تم تھوڑے دن اور کھا لو اور چند روزہ حیات دنیویہ کو برت لو۔ عنقریب کمبختی آنے والی ہے تم بے شک مجرم ہو۔ اس روز حق کو جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

حدیث شریف

میں ہے کہ اگر دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک مچھر کے پَر برابر بھی ہوتی تو کافروں کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ

اَلدُّنْيَا جِيْفَةٌ وَّطَالِبُهَا كِلَابٌ

دنیا ایک مردار چیز ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔

مزید برآں

یہ بھی وضاحت ضروری ہے کہ دنیا داروں کے ظاہری ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر ہی انسان غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر ان کو کرید کر دیکھا جائے تو ان کی زندگی فی الحقیقت نہایت تلخ ہوتی ہے اور اللہ کے نافرمان بندے باوجود سامانِ عیش وراحت کی فراوانی کے اطمینانِ قلب سے محروم اور مضطرب الحال ہوتے ہیں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی زندگی کو کافر کی قبر سے تشبیہ دی ہے آپ فرماتے ہیں

از بروں چوں گورِ کافر پر حُلَل
واندروں قہرِ خدائے عزوجل

باہر سے کافر کی قبر پر خوب پھولوں کے ہار ہیں اور بینڈ باجے ہیں اور اندر قبر کے خدائے عزوجل کا قہر ہو رہا ہے یہی حال دنیا میں نافرمانوں کا ہے کہ ان کے قلوب ہزاروں عیش کے ہوتے ہوئے بے چین اور پریشان رہتے ہیں کیونکہ قلب کی راحت کا مدار اللہ تعالیٰ کی یاد پر ہے۔ غافل قلب کو اطمینان میسر نہیں ہو سکتا۔ اطمینان اور چین کی زندگی حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ کی یاد کرنے والے بندوں کی صحبت اختیار کی جائے تاکہ ذکر اللہ حال بن جائے۔ اسی لئے اللہ عزوجل شانہٗ نے فرمایا ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ

(پابند رکھ اپنے آپ کو نشست وبرخاست میں ان لوگوں کے ساتھ جو صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں۔ اور اس کی رضا کے طالب ہیں۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَاجْعَلْ آخِرَتَنَا خَيْرٌ مِّنَ الْاُوْلٰى ـ

بقیہ، اداریہ صلہ سے آگے

قابل قبول نہیں ہوتا ــــ چنانچہ حکومت کو سوچنا چاہئے کہ ان سے کس طرح عہدہ بر آ ہونا چاہئے۔

ہمارا مشورہ یہی ہے کہ حکومت کو ان سے شفقت اور نرمی کا سلوک کرنا چاہئے اور حکام متعلقہ کو ان سے وہی سلوک روا رکھنا چاہئے۔ جس کی توقع وہ اپنے بچوں کے ملزم ہونے کی صورت میں دوسرے ارباب اختیار سے کرتے۔ نیز اس موقع پر کسی سمت سے بھی کوئی ایسا اقدام نہ ہونا چاہئے جس سے طلباء میں اشتعال پھیلے۔ دوسری طرف ہم طلباء سے ملک وقوم کے بقاء و تحفظ کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ وہ لاقانونیت کا شکار نہ ہوں، پُرامن رہیں اور وقت کی نزاکت کا احساس کریں

(وما علینا الا البلاغ)

نقد و نظر

حافظ نور محمد انور

تسخیر زہرہ ــــ از علیم ناصری ضخامت ۲۴ صفحات
قیمت :۔ غالباً چار آنے
ملنے کا پتہ: بزم حق نصیر آباد شالا مار ٹاؤن لاہور

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جذبۂ تبلیغ خلوص، للہیت اور استقامت فی الدین سے کوئی بدقسمت ہی ناواقف ہوگا۔ آپ نے شوق تبلیغ، اعلائے کلمۃ الحق اور جوش جہاد میں جہاں بالاکوٹ کی پتھریلی زمینوں کو اپنے خون سے رنگین کیا وہیں ان کا شوق تبلیغ دین حق سے محبت کا تقاضا اور بدکاروں کو دعوت حق دینے کا جذبہ انہیں طوائفوں کے کوٹھوں تک بھی لے گیا۔ وہ طوائفوں کو بھی نصیحت فرمایا کرتے اور انہیں ان کی گناہ آلود زندگی کا احساس دلاتے تھے بعض طوائفوں نے حضرت شاہ صاحب رح کے مواعظ حسنہ اور پند ونصائح سے متاثر ہو کر توبہ کر لی، اپنے پیشہ کو یکسر ترک کر دیا اور نیکی وتقویٰ کی زندگی گزارنے لگیں۔ جناب علیم ناصری نے اس واقعہ کو منظوم کیا ہے شاعر کے جذبات صادق ہیں اور وہ لوگوں کے دلوں میں شاہ صاحب جیسا جوش ایمان اور جذبہ شوق تبلیغ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے اشعار میں کہیں کہیں فنی نقائص جن سے بعض مشاق شعراء تک نہیں بچ سکے ضرور موجود ہیں مگر کلام خلوص سے پُر ہے اور شعروں میں روانی اور گرمی پائی جاتی ہے۔

قارئین سے ہم اس کتاب کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں۔

۲۔ تبصرہ (م۔ح۔بخاری)

نام کتاب "انسانی حقوق اور ریاست سوات کا حکمران"
مصنف :۔ اختر علی صاحب متعلم ایڈورڈ کالج پشاور
صفحات ۹۶ ــــ قیمت تین روپے ۷۵ پیسہ
ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ الممتاز گاندھی سکوئر گوالمنڈی لاہور

زیر نظر کتاب ریاست سوات سے متعلق ہے۔ اس میں ریاست کے متعلق کافی معلوماتی مواد ہے۔ لیکن مصنف کے مخاطب ریاست کے موجودہ حکمران کے مخالفین ہیں۔ کتاب میں جگہ جگہ اس امر کا موازنہ کیا گیا ہے کہ ریاست کی حالت موجودہ فرمانروا سے پہلے اور بعد میں کیا ہے آیا مصنف مخالفین کے الزامات کو رد کرنے میں کامیاب ہے؟ اس کا جواب ہر قاری فرداً ہی دے سکتا ہے تاہم مصنف اور دیباچہ نویس کی کاوش قابل داد ہے کہ انہوں نے تفاصیل کو خوب بیان کیا ہے۔ مصنف کے مخصوص نکتہ نظر کے ساتھ ساتھ ریاست کا جغرافیائی خاکہ

ایک غیر جانبدار شخص اور سیاح کے نزدیک بھی بہت سودمند ہے
کتابت وطباعت گوارا ہے لیکن قیمت بہت زیادہ

بچوں کا صفحہ

انسان کی آخری آرامگاہ
بظاہر ایک مٹی کا ڈھیر لیکن عبرت کا مقام

حضرت میاں غلام حسین صاحب ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ لاہور

بچو! تمہیں کبھی نہ کبھی قبرستان میں سے گزرنے کا اتفاق ہوا ہوگا تو تم نے دیکھا ہوگا کہ وہاں چاروں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مٹی کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر نظر آ رہے ہیں۔ یہ مٹی کے ڈھیر نہیں ہیں بلکہ ہمارے جیسے انسانوں کی آخری آرامگاہیں ہیں، جو ہم سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ یہ آرامگاہیں ساری کی ساری بظاہر مٹی کے ڈھیر نظر آتے ہیں لیکن اندر سے ان کا حال ایک جیسا نہیں ہے جس طرح گوشت اور پوست تو سب آدمیوں میں مشترک ہوتا ہے لیکن ان گوشت اور پوست کے ڈھانچوں میں کتنے غمگین ہوتے ہیں اور کتنے فرحاں اور شاداں، کئی بیمار اور کئی تندرست، اسی طرح یہ قبریں بظاہر مٹی کے ڈھیر دکھائی دیتے ہیں لیکن اندر حسرت ہی حسرت اور عذاب، کوئی جنت کا باغ ہوتی ہے اور کوئی جہنم کا گڑھا۔ اوپر پتھروں پر طرح طرح کی گلکاریاں مگر اندر بلائیں اور آگ کے شعلے، قبروں پر بظاہر کیسا سکون معلوم ہوتا ہے لیکن اندر بڑے بڑے فتنے ہیں۔

ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ کسی قبرستان میں سے گزر رہے تھے پیچھے سے ایک آواز آئی اے ثابت! قبروں کے ظاہری سکون کو دیکھ کر دھوکے میں نہ آجانا، کیونکہ اُن کے اندر بہت لوگ مغموم اور رنجیدہ ہیں، انہوں نے مڑ کر دیکھا تو کسی کہنے والے کو نہ پایا۔

قبر ایسی نصیحت کرتی ہے کہ کسی واعظ کے وعظ کی ضرورت نہیں رہتی۔ قبر ہر اس کے پاس سے گزرنے والے کو پکار پکار کر کہتی ہے کہ اے زمین پر اکڑ کر چلنے والے! اپنے زمانے کے لوگوں کو یاد رکھو، جو گزر گئے ہیں اور ان کی شکل و شباہت کا خیال کر، کہ دنیا میں کس شان و شوکت سے رہتے تھے اب سوچ کہ قبر میں ان کی کیا صورت ہوگی۔ ان کے اعضاء ایک دوسرے سے جُدا ہو کر گل گئے ہوں گے گوشت پوست آنکھ اور زبان میں کیڑے پڑ گئے ہوں گے اور انہوں نے کھا چاٹ کر برابر کر دیا ہوگا۔ اپنے جی میں فکر کر، کہ تو بھی انہی جیسا ہے اور تیری غفلت بھی انہی جیسی ہے۔ نیک بخت وہ ہے جو دوسروں کا حال دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔ یاد رکھ کہ ایک نہ ایک دن جلدی یا بدیر تیرا نام بھی زندوں کی فہرست سے نکال کر مردوں کی فہرست میں درج کر دیا جائے گا۔ تیرے احباب و اقربا بھی تجھے بے یار و مددگار اسی مکان میں چھوڑ جائیں گے اور اوپر سے مٹی ڈال دیں گے کسی کو خیال ہی نہ ہوگا کہ تم اس اندھیری کوٹھری میں گھبرا جاؤ گے یا تمہارے نیچے نرم بستر نہ ہوگا، اور نہ کسی طرف سے ہوا لگے گی تھوڑے دن ماتم کرنے کے بعد تیرے والدین بیوی بچے اور بھائی ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائیں گے ——

انسان دنیا کے گھر کے بنانے اور سنوارنے میں دن رات کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہ گھر آج نہیں تو کل ایک نہ ایک دن ضرور اجڑے گا۔ انسان کے آباد کرنے سے یہ آباد نہیں رہ سکتا، لیکن انسان اس گھر کا کبھی فکر نہیں کرتا جس میں ہمیشہ رہنا ہے اور جس کی طرف انسان دوڑتا ہوا چلا جا رہا ہے —— انسان اسی گھر کے بنانے میں ساری عمر صرف کر دیتا ہے۔ جس کا نفع غیروں کو پہنچے گا۔ لیکن اس گھر کی تعمیر کی طرف توجہ نہیں دیتا جس میں اس نے ہمیشہ رہنا ہے

دنیا راہ ہے اور عقبیٰ منزل۔ قبر عقبیٰ کا پہلا دروازہ ہے، جو اعمال حسنہ کی پونجی لے کر اس دروازہ میں جائے گا، اللہ تعالیٰ کے فرشتے گرمجوشی کے ساتھ اس کا استقبال کریں گے۔ قبر میں حشر تک آرام سے سویا رہے گا۔ پھر حشر کے دن اس کو دوبارہ اٹھایا جائے گا — اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالےٰ سے راضی ہوگا اور اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہوگا۔ اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو نیکیوں کی پونجی لے کر اس منزل میں داخل ہوتے ہیں۔ جو بداعمال کا ذخیرہ جمع کر کے لے جاتے ہیں۔ ان کے لئے قبر جہنم کا گڑھا بن جاتی ہے۔ وہ عذاب کو دیکھ کر پھر پچھتاتے ہیں۔ لیکن وہاں کا پچھتانا کس کام کا۔

قبر دنیا کی کھیتی کا کھلیان ہے اور مقام عبرت ہے — اے انسان بیدار ہو جا پیشتر اس کے کہ موت کے بعد تجھے بیدار کیا جائے

نوٹ

جواب طلب امور کے جوابی کارڈ یا لفافہ کا آنا لازمی ہے۔ ورنہ تعمیل نہ ہوگی

(ادارہ)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T.۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

ایجنٹ حضرات اور قارئین کرام خدام الدین کی توجہ کی ضرورت

ایجنٹ حضرات اور قارئین کرام پر بخوبی واضح ہے کہ شیخ التفسیر رح حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہفتہ وار "خدام الدین" محض قال اللہ وقال الرسول کی آواز عام کرنے کے لئے شائع کرانا شروع کیا تھا کوئی تجارتی غرض یا دنیوی نفع اس سے مقصود نہ تھا۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ خواص و عام اس سے یکساں طور پر استفادہ کر سکیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی قیمت صرف ۴ آنے تجویز فرمائی تھی، جس میں آج تک کسی قسم کا اضافہ نہ کیا گیا۔ آجکل رسائل و اخبارات کا کاغذ عموماً نایاب ہو رہا ہے اور جو مل بھی رہا ہے اس کی ہوش ربا گرانی نے رسالہ کی اشاعت میں کافی مشکلات کا اضافہ کر دیا ہے۔ موجودہ موجودہ قیمت پر پرچہ کی فروخت سے کتابت، طباعت، اور سٹاف کی تنخواہ وغیرہ کا انتظام مشکل ہو رہا ہے۔ دوسری طرف ایجنٹ حضرات کیطرف سے بلوں کی ادائیگی میں تاخیر سخت پریشانی کا موجب بنی ہوئی ہے، ہفتہ وار خدام الدین مورخہ ۱۸ اکتوبر ۶۳ء میں ایجنٹ حضرات کو اس تاخیر کیطرف توجہ دلائی گئی تھی لیکن سوائے چند ایک حضرات کے باقی ایجنٹوں نے اپنے بقایا جات کی ادائیگی کی طرف پوری توجہ نہیں دی

ان حالات کے پیش نظر ادارہ ایجنٹ حضرات سے ایکدفعہ پھر درخواست کرتا ہے کہ اپنے بقایا جات جلد از جلد ادا کریں تاکہ مالی مشکلات رسالہ کی اشاعت میں رکاوٹ کا باعث نہ بنیں۔

بقایا جات کی ادائیگی کی تاخیر کیلئے بعض ایجنٹ حضرات اکثر یہ شکایت کرتے ہیں کہ قارئین کرام وقت پر رقوم ادا نہیں کرتے اس لئے قارئین کیخدمت میں بھی ادارہ التماس کرتا ہے کہ اپنے شہر کے ایجنٹ کی رقم ماہ بماہ چکا دیا کریں تاکہ وہ بل کی رقم ادا کرنے میں کئی کئی ماہ خاموش نہ رہیں اور ماہوار حساب درست رکھیں۔ (مینجر ہفت روزہ خدام الدین لاہور)

مفت ! مفت ! مفت
سال بھر تک کام آنے والی خوبصورت
★ شاندار جنتری ۱۹۶۴ء
بالکل مفت طلب کریں
جس ہجری و عیسوی تاریخیں۔ تاریخ وصال بزرگان
دینی فہرست تعطیلات و دیگر سال بھر تک کام آنے
باتیں موجود ہیں۔ صرف ایک کارڈ لکھ کر مفت طلب کریں
(پتہ)
مینجر ... بخاری صاحب حلقہ نمبر ۱۵ ملتان شہر



الائیٹ انک
بلند معیاری ہی کے سبب مقبول عام ہے
ایس۔ این پروڈکشنز، پوسٹ بکس نمبر 141 لاہور

خدام الدین
میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو
فروغ دیں۔
(مینجر)

قرآن مجید (سندھی ترجمہ)
شیخ المشائخ قطب الاقطاب اعلیٰ حضرت مولانا وسیدنا تاج محمود امروٹی نور اللہ مرقدہٗ
رعائتی ہدیہ
ہدیہ فی جلد ۵/۵۰ روپے ڈاک خرچ ۱/۵۰ روپے کل ۷/۰۰ روپے۔ پیشگی بھیج کر طلب کریں

... زیر اہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر و پبلشر ... دفتر خدام الدین اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا